دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

دارالعلوم حقانیہ ***** علم و عمل کے پچاس سال

خصوصی شمارہ

ایوانِ شریعت

یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

سرِورق کی تصویر۔ جدید دارالحدیث کی شاندار عمارت (ایوانِ شریعت) جس کی تعمیر پر کروڑوں روپے کی لاگت آئی ہے اور اب تکمیل کے مراحل میں ہے۔

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۲۰/- روپے فی پرچہ ۱۲/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

دارالعلوم حقانیہ عزم و عمل کے پچاس سال !!

ع---- یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

حمد و ستائش ہے اس ذات بے ہمتا کیلئے جسنے انتہائی نامساعد حالات میں اس شمع حق کو فروزاں رکھا، جو آج سے پچاس سال قبل دارالعلوم کی شکل میں جلائی گئی تھی۔ آج ہر دل پر مسرت اور ہر آنکھ خوشی سے پرنم ہے ---- اور کیوں نہ ہو، کہ مادر علمی دارالعلوم حقانیہ نے آج علم و عزم اور دعوت و عزیمت کا نصف صدی پر محیط سفر طے کرلیا ہے۔ ہم بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہیں، جس نے خدمت دین متین کا عظیم منصب اس ادارے اور اس کے لائق فرزندوں کو عطا کیا، جنھوں نے چار دانگ عالم میں پھیل کر وہ ناقابل فراموش خدمات سر انجام دیں، جس پر ملت اسلامیہ کو بجاطور پر فخر ہے۔ آج قاسم و محمود، اور سندھی و مدنی کی مبارک روحیں خوشی سے سرشار ہونگی کہ انکی فکر اور ان کا لگایا ہوا پودا آج تناور درخت بن چکا ہے۔، آج شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مولانا عبدالغفور اور شیخ عبدالحلیم زروبوی وغیرھم اکابرین کی روحوں کی مسرت اور خوشحالی کا دن ہے۔ کہ ان کے لگائے ہوئے شجر سایہ دار نے دین وملت کی پاسبانی کے پچاس سال پورے کرلئے ہیں۔ آج روسی ٹینکوں کے پرخچے اڑادینے والے مجاہد شہداء کی مقدس ارواح ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہی ہونگی کہ اسی مادر علمی کی آغوش تربیت میں پل کر انہوں نے ان مقامات کبریٰ تک رسائی حاصل کی۔ آج دشمنان دین کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوگی کہ ان کے ہر دام اور ہر حلقہ کو توڑنے والا دارالعلوم آئندہ نصف صدی میں بھی ان کامقابلہ کرنے کیلئے پرتول رہا ہے۔ صد ہزار شکر و امتنان اس ذات کیلئے جس نے دارالعلوم حقانیہ کو یہ سعادت بخشی کہ اس نے ایک اہم سنگ میل عبور کیا اور نصف صدی سے ملک وملت اور عالم اسلام کیلئے جو دینی وملی قومی سیاسی سماجی اور معاشرتی خدمات انجام دیں ۔ اس کی آج ایک دنیا معترف ہے۔ اس ہفتہ دارالعلوم حقانیہ کے پچاس سال مکمل ہونے کے ساتھ بخاری شریف کی ایک منفرد اور پروقار تقریب سعید منعقد ہورہی ہے۔ جس میں تقریباً ۵۰۰ فضلاء کرام کی دستار بندی کیجائیگی ۔ اتنی بڑی تعداد میں فضلاء کرام کی دستار بندی پاکستان میں صرف دارالعلوم حقانیہ کا امتیاز اور مقام رہا ہے۔ آج دارالعلوم حقانیہ جس مقام اور جس حیثیت میں قائم ہے۔ اور ایک عالم کو رشد وہدایت کی کرنوں سے منوّر کر رہا ہے۔ تو یہ سب کچھ بخت و اتفاق کی بات نہیں.

ع--- یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

اس گلشن کی تزئین و آرائش اور اس کی چمن بندی جس سے آج مسلمانان عالم کے دل ودماغ

معطر ہورہے ہیں۔ اور اس چشمہ فیض وہدایت سے تشنگان علوم نبویہ اپنی تشنہ کامی کا مداوا کرتے ہیں۔ میں اس کے بانی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کے خون جگر آہ ہائے سحری اور نالہ ہائے رسا اور ان کی شب وروز کی دعاؤں کی بدولت ہی اس وادی غیر ذی زرع کو سدا بہار چمنستان میں تبدیل کردیا۔ آج اس مرکز علوم اسلامیہ سے جو کائنات میں فیض جاری ہے۔ یہ سب اس مبداء فیض ہی کی کرشمہ سازیاں اور مہربانیاں ہی تو ہیں۔ اور حضرت الشیخ کے اخلاص للہیت و تقویٰ صحیح نیت اور توکل علے اللہ یقین کامل اسلام کی تڑپ دین کا جذبہ علم کی قدر قوم وملک کی صحیح خطوط پر رہنمائی کا ولولہ ہی تو ہے، جس نے جہل و تیرگی کے صحراؤں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کیلئے دارالعلوم حقانیہ جیسا ادارہ بنانے پر حضرت الشیخ کو آمادہ کیا جو کہ جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل کٹھن اور ناقابل یقین کارنامہ ہے۔ لیکن حضرت الشیخ کے جذب صادق اور مضبوط قوت ارادی نے یہ ثابت کردیا۔ کہ صحراؤں میں بھی لالہ وگل کھل سکتے ہیں۔ سنگلاخ اور خشک پہاڑوں میں بھی علم کے چشمے پھوٹ سکتے ہیں۔

وان من الحجارة لمایتفجر منه الانهار وان منها لمایشقق فیخرج منه الماء۔ اور حضرت الشیخ کی اسی سعی مشکور نے یہ ثابت کردیا۔ کہ وسائل وذرائع اور مادی اسباب کے فقدان کے باوجود یونیورسٹیاں اور انسٹیوٹ قائم ہوسکتے ہیں۔ آج دارالعلوم حقانیہ بلامبالغہ ایشیاء کا ایک عظیم اسلامک سنٹر بن چکا ہے۔ جسکے اثرات دنیا بھر میں دیکھے اور محسوس کئے جاسکتے ہیں ہیں۔

-------اگر فردوس بر روئے زمین است ہمین است وہمین است وہمین است

اس منزل اور اس مقام ومقصد حاصل کرنے کیلئے حضرت الشیخ اور انکے مخلص رفقاء اور دارالعلوم کے معاونین اساتذہ وانتظامیہ نے جو سختیاں تکالیف اور قدم قدم رکاوٹوں کے دریا عبور کیے۔ وہ ایک طویل داستان ہے جس کی یہاں لکھنے کی نہ تو گنجائش ہے اور نہ موقعہ

دارلعلوم حقانیہ محل وقوع کے اعتبار سے اس تاریخی جگہ پر واقع ہے۔ جہاں پر سیدین شہیدین حضرت شاہ اسماعیل شہید وحضرت سید احمد شہید کے بہادر رفقاء سکھوں اور طاغوتی قوتوں کے خلاف صف آراء ہوئے تھے۔ اور یہاں پر ہی ان کا قیام رہا۔ اور ان کے خیمے نصب تھے۔ اور یہیں پر ان بے سروسامان مجاہدین نے ایک مضبوط قوت کے خلاف مورچہ سنبھالا تھا۔ اور اس زمین پر مجاہدین کے پاک قدم ان کے پاک انفاس اور ان کے نعرہ ہائے تکبیر نے فضاء میں ایک نورانی کیفیت پیدا کردی تھی۔

--ع----وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود ہوتی ہے بندہ مومن کی اذاں سے پیدا

الحمدللہ کہ آج اسی جگہ قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہورہی ہیں۔ اور آج دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء عصر حاضر کی تمام دین دشمن قوتوں اور اسلام بیزار طاقتوں حتیٰ کہ امریکہ اور روس سے پنجہ آزمائیں اور امت مسلمہ کو اپنا بھولا ہوا سبق (جہاد) یاد دلا رہے ہیں۔ اور دارالعلوم حقانیہ کی پچاس سالہ محنت آج طالبان کی شکل میں افغانستان میں نظام خلافت راشدہ کے علمبرداروں کی صورت میں ظاہر

ہورہی ہے۔اور تقریباً تین سو سال کے بعد کرہ ارض کے ایک حصہ پر صحیح معنوں میں اسلامی خلافت کا آغاز ہوچکا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کی تحریکوں علمی وادبی میدانوں جہادی اور عسکری محاذوں، سیاست کے کارزاروں صحافت کی وادیوں الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں ان حقانیین کا ڈنکا بج رہا ہے۔ یہ ان قدسی صفات شخصیات کے روحانی تصرفات اور توجہات کی برکت ہے۔ کہ جو فیض عام آج دارالعلوم حقانیہ کا تمام دنیا میں جاری وساری ہے ہم سب کی مادرعلمی دارالعلوم دیو بند کے بعد شاید ہی یہ سعادت کسی دوسرے مدرسے یاادارے کے حصے میں آیا ہو۔

درسگاہ علم وعرفان اور مکتب فکر ودانش اور اس آدمیت ساز ادارے نے برصغیر پاک وہند میں عموماً اور بالخصوص صوبہ سرحد وبلوچستان اور افغانستان میں ایسا ہی کردار کیا ہے۔ جیسا کہ کوفہ وبصرہ وتاشقند وسمر قند بخارا اور دارالعلوم دیو بند ندوۃ العلماء ومظاہر العلوم اوراپنے وقت کے بڑے بڑے اداروں نے اپنے وقت میں ادا کیا۔

آج دنیا کے کسی بھی حصے میں چلے جائیں آپ کو حقانی فضلاء ہی ملیں گے۔اور پاکستان میں سرحد وبلوچستان اور پھر افغانستان میں کسی بھی شہر یا قصبہ یا گاؤں کو آپ جائیں، تو وہاں پر حقانیہ کا ہی فاضل آپ کو ملے گا۔جگہ جگہ اس ادارے (ام المدارس) کے فرزندوں نے علم وعرفان کی شمعیں فروزاں کی ہوئی ہیں۔اور ظلمت کدہ عالم کو چراغ مصطفوی سے روشن رکھنے میں مصروف ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے، جس پر پچاس سالہ عرصہ شاہد عدل ہے کہ دارالعلوم نے کبھی بھی کسی فرعی مسئلہ میں تعصب غلو اور تشدد سے کام نہیں لیا۔اور اس کے روحانی فرزند کبھی بھی کسی فرعی مسئلہ میں نہ الجھے۔ یہ سب کچھ حضرت الشیخ کی صحبت کا اثر تھا۔اور اس مکتب عشق کی کرامت تھی ----ع---- یہ فیضان نظر تھایا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

یہی وجہ ہے کہ یہ ادارہ ہمیشہ مرکزی حیثیت کا حامل رہا ہے۔اور ہر کسی کے لیے یہ ادارہ قابل قبول اور گویاایک اتھارٹی ہے۔ملک میں بڑی بڑی دینی وسیاسی تحریکات کا مرکز ومحور رہا ہے۔دارالعلوم کے متعلق مفکر اسلام حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا۔کہ حقانیہ میرے لیے "میقات" کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کے سامنے سے میں بغیر یہاں رکے اور حضرت الشیخ سے ملے گزر جاؤں تو گویا میقات سے بغیر احرام سے گزرنے کے مترادف ہے۔الغرض ان پچاس سالوں کا ریکارڈ اور اس کے شاندار ماضی اور اس کے عظیم الشان کارناموں اورعالم اسلام پر اس ادارے کے احسانات کا احصاء میرے اس ناتوان قلم اور کلک بے مایہ کے بس کی بات نہیں کیونکہ۔

----ع---- مرے قلم میں ادیبوں کی آب وتاب نہیں

متاع دیدہ خوناب لے کے آیا ہوں

دارالعلوم حقانیہ کو مستقبل میں بہت سے چیلنجوں کا سامنا کرنا ہو گا۔اوراس کے سامنے

بڑے بڑے اھداف اور مقاصد ہیں۔ اور ہمیں اس کے شاندار ماضی کے تناظر میں یہ توقع اور امید ہے کہ جتنے بھی سخت کھٹن اور مشکل امتحانات اس کو پیش آجائیں تو اپنی روایت کے مطابق اس سے نبرد آزما ہو گا۔

آج اگرچہ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ اور ان کے قدسی صفات مخلصین ساتھی مثلاً خان اعلیٰ محمد زمان خٹک، الحاج شیر افضل خان بدرشی، مولانا سلطان محمود، حضرت صدر صاحب مولانا عبدالحلیم زروبوی، مولانا محمد علی صاحب، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب، مولانا عبدالغنی صاحب، مولانا محمد ہاروت صاحب، الحاج سید نور بادشاہ صاحب، الحاج شیخ محمد یوسف صاحب، الحاج غلام محمد صاحب، الحاج رحمان الدین صاحب وغیرہم ۔۔ اس دنیا میں موجود نہیں لیکن یقیناً ان کی پرسعادت ارواح خوش وخرم ہوں گی۔ کہ جو پودا انہوں نے لگایا تھا، اور اس کے ساتھ انہوں نے جو محنت کی تھی۔ اب وہ ایک عظیم الشان شجرہ طیبہ کی شکل میں موجود ہے۔ گویا کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تو تی اکلھا کل حین باذن ربھا (الآیہ) اور اس کے سائیہ عاطفت تلے ایک عالم محو استراحت ہے۔ اس سال اس کے پچاس سال مکمل ہونے کو ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ آج تک اس دارالعلوم نے بحمدللہ تنزل کی شکل تک نہیں دیکھی۔ اور روز افزوں ترقی کے منازل طے کرتا چلا آرہا ہے۔ وذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء خداوند کریم کے حضور ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو مزید ترقیوں سے نوازے۔ اور جس اخلاص وللہیت کی بناء پر اس کا سنگ تاسیس رکھا گیا تھا۔ وہی روح اور وہی جذبہ اس کے کارکنوں اور ارباب بست و کشاد میں جاری وساری رہے اور ہم سب کی مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کو ایسی ہزاروں لاکھوں صدیاں نصیب ہوں۔ تاکہ معمورہ ارض پر آفتاب ماہتاب کی طرح اس کی کرنیں ضیاء پاشیاں کرتی رہیں۔ اور یہ چشمہ آب زلال تشنگان علوم دینیہ کی پیاس اور تشنگی بجھاتا رہے۔ اور یہ دبستان علم و حکمت حضور کی تعلیمات مقدسہ اور قال اللہ اور قال الرسول کی روح پرور صداؤں اور ایمان افروز زمزموں سے گونجتا رہے اور یہ رشد وہدایت اور حقانیت کی قندیل صبح قیامت تک نور برساتی رہے۔ مثل نورہ کمشکواۃ فیھا مصباح اور دارالعلوم دیوبند کی طرح یہ تاریخی شہپارہ تاابد علم وعمل کا گہوارا رہے۔ اور ہم جیسے گنہگار وبے مایہ تہی دامنوں اور بے بضاعتوں کو اس کے ادنیٰ ترین خدام میں شامل کرے اور اسی کی بناء پر ہماری عاقبت سنوارے (آمین)

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

لہ دعوۃ الحق — راشد الحق سمیع (شریک دورہ حدیث)

شذرات

بے نظیر حکومت کا خاتمہ

الحمد للہ کہ ملک پر عرصہ دراز سے جو ظالم اور منحوس غیر شرعی، غیر آئینی اور غیر اخلاقی نسوانی حکومت قابض تھی۔ بالآخر مظلوم عوام کے آہوں، نالوں اور فریادوں نے اس کے ایوان حکومت کو ہلا کر رکھ دیا اور یہ لوگ جو اپنی بقا اور حکومت پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کیلئے دجل و فریب اور ہارس ٹریڈنگ جیسی مذموم کوششوں میں مصروف تھے، وہ تمام تدبیریں اور کوششیں تار عنکبوت بن کر رہ گئیں۔

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔

بے نظیر کی حکومت اور ان کے ایوان اقتدار پر جو زلزلۃ الساعۃ صبح کے وقت نازل ہوا۔ اگر تاریخی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے، تو ہمیشہ اللہ کا عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے۔ انہ مصیبھا ما اصابھم ان موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب

بے نظیر حکومت کو رخصت کرنے اور اس حال پر پہنچانے والے خود اپنی منتخب کردہ ان کے پارٹی کا اہم رہنما تھا۔ وہ پوری قوم کے ساتھ پیپلز پارٹی کی حکومت کی کرتوتوں اور سیاہ کاریوں، لوٹ مار اور کرپشن کے خلاف میدان میں کود پڑے، اور ایک عظیم مصیبت اور تکلیف سے قوم کو نجات دلادی۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

اس کے لیے نہ حزب اختلاف کی کاوشیں کارآمد ثابت ہوئیں، اور نہ ہی کسی کے دھرنے بلکہ قرعہ فال لغاری صاحب کے نام نکلا اور قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے۔ الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون، کے مصداق اپنے گھر کے بھیدی نے ہی لنکا ڈھایا۔ بے نظیر حکومت کی بداعمالیوں کی طویل فہرست میں ماشاء اللہ محترمہ کے شوہر نامدار عزت مآب جناب آصف زرداری کا رتبہ و مقام سب سے نمایاں ہے۔

میں اگر کچھ سوختہ ساماں ہوں تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے مرے گھر کے چراغاں نے مجھے

اور پھر رہی سہی کسر جناب نصیر اللہ بابر نے پوری کر دی۔ زبردست زرداری سے گورنر ہاؤس لاہور میں ستر کروڑ روپے نقد ملا ہے۔ اور اس کے ساتھ کنٹینر میں دو ارب روپے مالیت کا سونا بھی برآمد ہوا ہے۔ چوبیس گھنٹے غریبوں کی غربت کا ورد کرنے والی وزیر اعظم صاحبہ کے شوہر کا یہ حال ہے،

معلوم نہیں ان تین سالوں میں ان لٹیروں نے اس ارض وطن سے کیا کچھ نہ لوٹا ہوگا۔ سرے محل تو ان کے گھوڑوں کا ایک معمولی اصطبل ہے۔ اس کے ساتھ پیرس کے مضافاتی علاقے میں جناب زرداری صاحب کے فارم، سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں خفیہ اکاؤنٹس اور مختلف جزائر میں ان کے قلعہ نما محلات، بلجیم میں پلازے یہ سب کچھ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ ان کلاب دنیا نے ملک کے ساتھ جو کچھ کیا ہے۔ وہ ایک ایسی داستان ہے، کہ قلم اس کی تاب نہیں رکھتا۔ پاکستان کی تاریخ میں ان کی کرپشن اور بداعمالیوں کا کوئی ثانی نہیں۔ محترمہ کو حکومت کی برطرفی کے بعد اب عدالتوں اور آئین کا خیال آیا ہے۔ اب یہ لوگ عدالتوں کو بھی مانتے ہیں اور آئین کے حوالے بھی دیتے ہیں۔ کل تک تو یہ لوگ عدالتوں کے تمسخر اڑاتے تھے اور جج صاحبان کی تضحیک کرتے تھے۔ اور ان کی رسوائی کیلئے کیا کیا طریقے ایجاد نہیں کیے۔ آج یہ لوگ عدالتوں سے اپنی حکومت کی بحالی کیلئے رجوع کرتے ہیں۔

ع------ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

پیپلز پارٹی کی حکومت کو الحمدللہ "الحق" نے اپنے ادارتی شذرات میں ہمیشہ ہدف تنقید بنائے رکھا۔ اور الحق کی پرانی روایات کے مطابق کلمہ حق کو جابر سلطان کے سامنے کہنے میں کوئی عار یا کوئی خوف اور جھجک محسوس نہیں کی۔ اور ان پر برابر نشتر زنی کی ہے۔ گزشتہ شمارے میں جو ہم نے یہ لکھا تھا کہ "یارب ایں خاک پریشاں از کجا بر داشتم" وہ دعا قبول ہوئی۔ بقول اقبال ـــــ

ع--- ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

محترمہ کی رخصتی کے بعد نگران حکومت قوم کو" نعرہ خام" یعنی احتساب کے نام سے دھوکہ دے رہی ہے۔ اور ہم سب لوگ بلکہ پوری قوم بھی ان پرانے "سازندوں" کی اس نئی سر تال پر سر دھننے میں مصروف ہیں۔ اور خوش ہو رہے ہیں کہ واقعی ایک قیامت خیز انتظار کے بعد اب یوم حساب آپہنچا ہے۔ اور سب کو انصاف میسر آئے گا۔ اور قوم اور ملک کے دن پھر جائیں گے۔ اصلی چور اور ڈاکو بے نقاب ہو جائیں گے۔ لیکن۔ ـع---دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

جو لوگ آج احتساب اور نگرانی پر فائز اور مامور ہیں، آیا وہ اس کے اہل ہیں؟ کہ کسی کا احتساب کرسکیں؟ کیا ان لوگوں کے اپنے دامن صاف ہیں؟ کیا انکا کردار بے داغ ہے؟ اور آئین پاکستان کے دفعہ 62 اور 63 کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ ان میں کوئی قادیانی، شرابی، کرپٹ، بد کردار، بے دین اور کنفڈریشن کے حامی تو نہیں ہیں۔ عابدہ حسین اور صاحبزادہ یعقوب خان وغیرہ کس لابی کے نمائندے ہیں۔ اور نگران حکومت میں وہی پرانے چہروں اور وہی پرانے لوگوں کی شمولیت چہ معنیٰ دارد؟ کیا ان کے ہاتھ اس کرپشن کے بہتی گنگا میں گیلے نہیں ہیں؟ دوسری جانب جناب فاروق لغاری صاحب نے خود کو تمام قیود وضوابط اور آئین وقانون اور احتساب سے مستثنیٰ قرار دیا اور وہ قابل

مواخذہ اور قابل گرفت نہیں ہوں گے۔ سبحان اللہ۔ ع۔۔۔ دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ
جناب فاروق لغاری، فاروق عادل کی طرف دیکھیں جو خود کو ہر ہر لمحے احتساب کیلئے پیش
کرتے رہے۔ اور ان کا یہ تاریخی جملہ لغاری صاحب کو بھی یاد ہو گا کہ اگر آپ کو مجھ میں کسی قسم کا
ٹیڑھا پن نظر آئے، تو وہ مجھ کو بتادیا کریں۔ میں احتساب کیلئے حاضر ہوں۔ اس پر ایک اعرابی یعنی ایک
گنوار شخص نے بھرے مجمع میں فاروق اعظم کو مخاطب کیا کہ ہم آپ کا ٹیڑھا پن تلوار سے سیدھا
کریں گے۔ اس پر فاروق اعظم نے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ کہ الحمدللہ آج بھی میری رعایا میں ایسے لوگ
موجود ہیں۔ جو میرا ٹیڑھا پن تلوار سے سیدھا کر سکتے ہیں۔ کیا آپ ان سے بالا و برتر اور تقدس مآب
ہیں؟ کیا خلفاء راشدین سے آپ بہتر ہیں کہ آپ کے گورنروں اور فوجی جرنیلوں کا احتساب نہ ہو گا۔ آخر یہ
کونسا معیار حق ہے؟ یہ کس درجے کا عدل ہے؟ اور کس نوعیت کے پیمانے ہیں؟ اور یہ احتساب کا کونسا
نرالہ ترازو ہے

ع۔۔۔ عدل و انصاف کا معیار بھی کیا رکھا ہے؟

محترم قارئین کرام جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ یہ خصوصی شمارہ دارالعلوم حقانیہ کے پچاس
سال مکمل ہونے کی مناسبت کی وجہ سے ایک معمولی اور ادنیٰ ترین کوشش ہے اور انتہائی عجلت اور
افراتفری میں یہ شمارہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اگرچہ دارالعلوم حقانیہ کا حق تو یہ ہے۔ کہ اس ادارے نے تمام
عالم اسلام اور امت مسلمہ پر جو احسان عظیم کیا ہے۔ اس پر کئی مجلدات میں نمبرات اور خصوصی شمارے
نکالے جائیں لیکن چونکہ بندہ یہاں دورہ حدیث شریف کا طالب علم ہے۔ اس بناء پر امتحانات اور اس
طرح تقریب دستار بندی و ختم بخاری شریف کی تیاریوں اور دوسرے اعذار کی بناء پر اپنی مادر علمی کی
شایان شان اور حسب تمنا شمارہ ترتیب نہیں دیا جاسکا۔ بہرحال۔۔ع۔۔ برگ سبز است تحفہ درویش
کے مصداق یہ چند اوراق حاضر خدمت ہیں۔ یہ مندرجہ مضامین ہم نے ماہنامہ "الحق" کے حضرت شیخ الحدیث
کے ضخیم اور علمی و تاریخی نمبر سے منتخب کیے ہیں۔
۔۔ع۔۔۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

۔۔ر۔س۔۔

مولاناسید ابوالحسن علی ندوی کی دارالعلوم حقانیہ میں آمد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات اور خطاب کے بعض اقتباسات

اکوڑہ خٹک میں حضرت سید احمد شہید کا خون دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا

رپورٹنگ :۔ جناب شفیق الدین فاروقی صاحب

عالم اسلام کے معروف سکالر، داعی کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہندوستان کے اکابر علماء اور افاضل کے ساتھ ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی زیارت و ملاقات کے لیے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ ان کی تشریف آوری، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے ملاقات، استقبالیہ تقریب اور ان کے خطاب میں حضرت شیخ الحدیث کی سوانح اسی مناسبت سے دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت، تاریخی پس منظر، اکوڑہ خٹک کی تاریخی عظمت، شہدائے بالاکوٹ کا تذکرہ اور جہاد افغانستان میں حضرت شیخ الحدیث کے تلامذہ کا بھرپور قائدانہ کردار اور اس سلسلہ کے کئی اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ جناب شفیق الدین فاروقی صاحب اس کی مفصل رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کا دن دارالعلوم حقانیہ کے لیے خوشیوں کا دن تھا۔ بلکہ یہ سارا مہینہ مسرتوں کا موسم بہار تھا۔ ابھی چند روز پہلے ایشیائی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں آنے والے بھارت کے ایک محبوب و معزز مہمان شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے جانشین و فرزند مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ، نے دارالعلوم کو اپنے قدوم میمنہ سے نوازا تھا اور آج دارالعلوم میں عالم اسلام کے عظیم مفکر اور داعی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ندوۃ العلماء لکھنو کی آمد آمد تھی۔ گو دارالعلوم میں تعطیلات شعبان کی وجہ سے طلبہ موجود نہیں تھے مگر جہاں جہاں بھی اطلاع پہنچی علماء، دانشور اور دینی درد سے سرشار مسلمان اس شمع علم کی زیارت کے لیے پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ ایک ایک منٹ انتظار میں گذر رہا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث علالت کے باوجود مشتاق دید بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ مولانا موصوف کی آمد کا ایک مقصد

حضرت کی ملاقات بھی تھا۔ اللہ اللہ کر کے مولانا ندوی مدظلہ اور انکے رفقاء کا قافلہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ایڈیٹر ماہنامہ "الحق" کی رفاقت میں ظہر کے بعد دارالعلوم پہنچا۔ مولانا موصوف کے ساتھ کئی ممتاز علمی اور ادبی شخصیتیں بھی شریک سفر تھیں۔ مولانا مدظلہ کے بھانجے مولانا محمد الحسینی مدیر "البعث الاسلامی" (عربی) مولانا معین اللہ صاحب ندوی نائم ندوۃ العلماء لکھنو مولانا اسحاق جلیس صاحب مدیر تعمیر حیات لکھنو، جناب احمد الحسینی سعودی قونصل خانہ لاہور بھی مولانا مدظلہ کے ساتھ تھے
اسی طرح ہندوستان کے وقیع اور معروف علمی ادارہ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم اور موقر جریدہ معارف کے مدیر شہیر مولانا صباح الدین عبدالرحمان بھی ساتھ تھے جو دارالمصنفین کے کسی سلسلہ میں اسلام آباد میں تشریف فرما تھے اور مولانا سمیع الحق صاحب سے اتفاقیہ ملاقات کے بعد مولانا نے انہیں بھی تشریف لانے کی دعوت دی علم و فضل کے یہ اعیان مولانا ندوی مدظلہ کی قیادت میں دارالعلوم پہنچے۔ سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کی۔ دونوں اکابر کی محبت وعقیدت اور خلوص کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا۔ اس کے بعد الحق کے نئے دفتر میں معزز مہمانوں نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ نماز عصر کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد کے ہال میں جو اطراف واکناف سے آئے ہوئے مشتاقین علم وفضل سے بھرا ہوا تھا، ایک مختصر تقریب کے آغاز میں محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مدیر الحق نے عظیم اور محبوب مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے استقبالیہ تقریر میں کہا کہ۔

———— "میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے حضرت الاستاذ الداعی الکبیر علامہ ندوی مدظلہ کا خیر مقدم اور شکریہ ادا کروں۔ صرف اتنا عرض ہے کہ آج دارالعلوم کی شکل میں علوم دینیہ کا جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے چلایا وہ حضرت ندوی کے مورث اعلیٰ سیدنا الامام احمد بن عرفان الشہید شاہ اسماعیل شہید اور ان اسلاف کے جہاد وقربانی کا ایک کرشمہ ہے اور انہی اسلاف کی برکات ہیں۔ حضرت سید احمد شہید کا جو مقام دعوت وعزیمت تھا اس دعوت کو مولانا ندوی مدظلہ نے صرف عالم اسلام میں نہیں بلکہ یورپ میں اور اسلام دشمن ممالک کے آخری سروں تک پہنچایا۔ بیشک آپ ان کے اصل وارث ہیں۔ سید احمد شہید نے جس مقام سے اپنے جہاد کا آغاز کیا وہ یہی اکوڑہ خٹک تھا۔ اور صدیوں بعد اللہ کے دین کے لیے خالص اللہ کی رضا کے لیے برصغیر میں اگر خون شہادت گرا کسی مسلمان کا تو وہ سعادت اسی سرزمین اکوڑہ خٹک کو حاصل ہے یہی وہ علاقہ ہے یہی وہ فضائیں ہیں جہاں آپ کے سید شہید نے سالہا سال ریاضتیں کیں، ایک ایک بستی میں گشت کیے ایک ایک حجرہ کو وعظ و تبلیغ سے منور کیا یہاں انہوں نے حکومت الہیہ قائم کی اور آج تقریباً یہی وہ معرکے کا میدان ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کو قائم فرمایا ہے۔

بہر زمین کہ نسیمے ز زلف او زدہ ست
ہنوز از سر آں بوئے زلف می آید

اور جس طرح دارالعلوم دیو بند کے مقام و محل سے گذرتے ہوئے حضرت سید احمد شہید نے فرمایا کہ "مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے"۔ اسی طرح ان میدانوں اور صحراؤں میں سید احمد شہید کی راتیں گذریں۔ راتوں کی آہ و بکا، سوز و گداز کیا کیا راز و نیاز ہو گا جو ان میدانوں میں، ان فضاؤں میں نہیں ہوا ہو گا۔ اسی اکوڑہ خٹک کے معرکہ حق و باطل والی رات کو سید شہید نے لیلۃ الفرقان کہا تھا۔ کہ یہ رات حق و باطل کی تمیز کا ذریعہ ٹھہری۔

میں اپنے احباب سے اور ان معزز مہمانوں سے جو حضرت ندوی مدظلہ کا سن کر تشریف لائے اتنا عرض کروں گا۔ کہ اس وقت عالم اسلام میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے جو مساعی ہو رہی ہیں اس میں حضرت مولانا ندوی کا نہایت وقیع، ممتاز اور وافر حصہ ہے عالم عرب کو ان کا اصل مقام یاد دلانے میں ان پچیس تیس سالوں میں مولانا ندوی کا خاص حصہ ہے۔ وہ محترم شخصیت ہم میں موجود ہیں جنہوں نے امریکہ کے وہائٹ ہاؤس کے قریب وہاں کی عظیم یونیورسٹیوں میں وہاں ہی کے دانشوروں اور مستشرقین کو، سکالروں کو عیسائیت کی مسخ شدہ تصویر دکھائی اور اسلام کی ابدی صداقتوں کو ان کے سامنے واضح کیا۔ بلاشبہ مولانا ندوی مدظلہ اس دور میں ایک مجددانہ کام کر رہے ہیں۔ اس صدی میں مغرب اور مغربیت اسلام اور عالم اسلام کے لیے ابتلاء عظیم کا باعث بنا تو مغرب کا جواب یشن اور وہاں کے فلسفوں کا جو تحلیل و تجزیہ مولانا نے فرمایا اور جس جارحانہ انداز میں مغربیت کا تعاقب کیا اس کی مثال بہت کم ملے گی۔ آج وہ نعمت خود چل کر ہمارے پاس آئی ہے۔ یہ دارالعلوم کی سعادت ہے اور دارالعلوم کا سب کچھ اکابر کی توجہات کا مرہون منت ہے۔ یہ ان حضرات اور اسلاف کا فیض ہے کہ آج اس وادئ غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ نے کچھ دین کا سلسلہ چلایا۔

میں مولانا کے معزز رفقاء جو ہندوستان کے اہل علم و فضل ہیں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ محترم دوست مولانا محمد الحسنی مدیر "البعث الاسلامی" جنہیں اللہ نے اردو اور عربی دونوں زبانوں میں مولانا کا جانشین بنایا ہے اور ندوہ جیسے عظیم ادارہ کے ناظم مولانا معین اللہ ندوی صاحب، اسی طرح وقیع مجلہ "تعمیر حیات" کے ایڈیٹر مولانا اسحاق جلیس کا بھی شکر گذار ہوں۔ ان خوشیوں میں ہندوستان کے ایک اور عظیم اور قدیم ادارہ دارالمصنفین جسے علامہ شبلی نعمانی نے قائم کیا اور علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے پروان چڑھایا، کے ناظم اور برصغیر کے قدیم موقر جریدہ معارف کے مدیر مولانا صباح الدین عبدالرحمان کی آمد نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء اور دارالمصنفین کے اکابر یہاں جمع کر دئیے ہیں۔ ان حضرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو دین کی خدمت انجام دینے کی بیش از بیش توفیق دے۔________"

اس کے بعد مولانا ندوی مدظلہ نے مختصر خطاب فرمایا اس لیے کہ ایک تو مولانا بے حد تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے۔ پھر جلد ہی واپسی بھی تھی تقریر کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مبارک

ہاتھوں دارالعلوم کے طلبہ کے لیے سید احمد شہید قدس سرہ کے نام نامی پر موسوم دارالاقامۃ سید احمد شہید کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ عمارت دارالحدیث کے مغربی جانب درسگاہوں کی چھت پر بنے گی۔ یہاں کے بالکل عقب میں وہ گھاٹی ہے جہاں سے سید شہید کے مجاہدین نے اکوڑہ خٹک کے میدان میں شبخون مارا تھا۔ سنگ بنیاد رکھتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور ان کے رفقاء کی مسرت قابل دید تھی۔ مولانا ندوی نے سنگ بنیاد رکھنے کے بعد تضرع والحاح سے اس عمارت کی تکمیل کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو دین کے داعیوں اور مجاہدین کا مرکز بنادے۔

اس کے بعد دارالعلوم کے مختلف شعبوں اور عمارتوں کا معائنہ فرمایا۔ کچھ دیر دارالعلوم کے دارالحدیث میں تشریف فرما رہے، وہاں دارالعلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے۔ نماز مغرب کے بعد دارالعلوم کے صحن میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ شائقین کے جھرمٹ میں حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ بیٹھے رہے۔ رات ساڑھے آٹھ بجے اکوڑہ خٹک ریلوے اسٹیشن پر مولانا مدظلہ کو باچشم پرنم رخصت کیا گیا۔ مولانا ندوی مدظلہ ان میدانوں اور فضاؤں پر بڑی والہانہ اور حسرت بھری نگاہیں ڈالتے رہے جہاں سید احمد شہید اور ان کے رفقاء نے برصغیر میں سب سے پہلے حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے اپنا خون پانی کی طرح بہایا۔ مولانا مدظلہ کے تحریری تاثرات یہ ہیں۔

رائے گرامی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنو

آج ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ کا دن میرے لیے بہت ہی مسرت اور سعادت کا دن ہے کہ میں اپنے عزیز رفقاء اور محترمی سید صباح الدین عبدالرحمان ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ و مدیر "معارف" کی معیت میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ اس سرزمین سے جس میں یہ دارالعلوم واقع ہے۔ ایک وقیع اور عزیز تاریخ اور بڑی یادگار روایات وابستہ ہیں، یہ وہ سرزمین ہے جس پر مسلمانوں کی نئی تاریخ لکھی جانے والی تھی مگر وہ نامکمل رہ گئی، اور اسی کے ساتھ احیائے اسلام اور مسلمانوں کا نشاۃ ثانیہ کی تاریخ کا ورق الٹ گیا۔ دارالعلوم حقانیہ کا قیام ایک نیک فال ہے اور ان ہی شہیدوں اور مخلصوں کی جانفشانیوں کی برکت ہے۔ میرے ذہن میں دارالعلوم کا جو نقشہ اور تصور تھا میں نے اس کو اس سے کہیں بہت اور وسیع تر پایا۔ اس کو دیکھ کر امید پیدا ہوتی ہے کہ ملک کا مرکزی دارالعلوم اور عظیم جامعہ اسلامیہ ثابت ہو گا۔ خوش قسمتی سے اس کو حضرت مولانا عبدالحق کی سرپرستی اور ان کی دعا اور توجہ حاصل ہے اسی کے ساتھ فاضل اساتذہ کی تدریسی خدمات اور طلبہ کی کثیر تعداد بھی یہاں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو نظر بد سے بچائے اور ہر طرح کی آفات اور مکروہات سے حفاظت فرمائے اور یہ جلد منازل ترقی طے کر کے بام عروج پر پہنچے۔

خاکسار

ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنو

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ / ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے خطاب کے بعض اقتباسات

_______ اور ہم کو یہ راستہ (جس پر محمود غزنوی، احمد شاہ درانی اور شہدائے بالا کوٹ آئے ہیں) بھی عزیز ہے۔ جس راستہ سے یہ فاتح اور کشور کشا آئے۔ لیکن جیسا کہ ابھی مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا اور بجا فرمایا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے، خالص اللہ کی رضا کے لیے اور سنتوں کو زندہ کرنے کے لیے اور مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالنے کے لیے، اور ادخلوا فی السلم کآفۃ کا پیغام پہنچانے کے لیے، عمل کرانے کے لیے، حدود شرعیہ کو نافذ کرنے کے لیے، قوانین شریعت کو رائج کرنے کے لیے جو پہلا خون ہندوستان میں صدیوں کے بعد ہی نہیں بلکہ عالم اسلام میں تھوڑے بہت مطالعہ کی بناء پر جس کا مجھے موقع مل سکا ہے۔ یہ کہہ سکتا ہوں کہ عالم اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون ___ دم ذکی ___ جس میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی، وہ خون جس سر زمین میں پہلی بار بہا ہے وہ آپ کی سرزمین ہے یہ اکوڑہ خٹک کی زمین ہے۔ جس کے متعلق مرزا مظہر جان جانان کا یہ شعر صحیح ہو گا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

کسی بادشاہ کے متعلق، کسی غازی کے متعلق، کسی فاتح کے متعلق تاریخ نہیں لکھتا کہ جہاد شروع کرنے سے پہلے اس نے اعلان نامہ بھیجا ہو کسی حریف کو، جس کے خلاف اس نے غزا کرنا تھا، جہاد کرنا تھا، کہ تین چیزیں ہیں۔ پہلی دعوت ہماری یہ ہے کہ تم اسلام قبول کرلو، اگر تم اسلام قبول کرلوگے تو ہم یہ زمین تمہارے حوالے کرجائیں گے تم ہمارے بھائی ہوگے، پھر ہمیں کوئی حق نہیں ہو گا کہ بستی مٹا کر تمہاری جگہ بیٹھیں، اس لیے کہ یہ آقاؤں کا تبادلہ نہیں ہے یہ دین کا اور مسلک کا تبادلہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد و پیمان کرتے ہو تو اول تم زیادہ حقدار ہو۔ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو تم جزیہ دینا منظور کرو یا باجگذار ہمارے بن جاؤ ہم تمہاری حفاظت بھی کریں گے اور تمہیں اپنے حال پر باقی رکھیں گے، اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

فتوح البلدان بلاذری میں آتا ہے کہ جب سمرقند فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ اصل ترتیب اسلام میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے، پھر اس کے بعد جزیہ کی پیشکش کی جائے اگر وہ بھی منظور نہ ہو تو پھر قتال ہے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ سمرقند میں فوجیں داخل ہو گئیں بغیر دعوت اسلام دیے اور بغیر جزئیے کا مطالبہ کیے۔ تو ان کو ایک عرصہ کے بعد

ہوش آیا جبکہ مسلمان وہاں بس گئے تھے، وہاں گھر بنا لیے تھے، تو انہوں نے ایک وفد روانہ کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں، جنہیں خلفاء راشدین کی فہرست میں شامل کیا جائے وہ جنہیں خلیفہ خامس کہتے ہیں، ان کو معلوم ہوا کہ وہ خلیفہ عادل ہیں اور شریعت پر پورا پورا عمل کرتے ہیں۔ تو ایک وفد مرتب ہو کر ان کے پاس حاضر ہوا۔ اور ان سے شکایت کی کہ سمرقند بغیر اس سنت کے اور بغیر ایک حکم شرعی پر عمل کیے فتح ہوگیا ہے۔ انہوں (عمر بن عبدالعزیز) نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک پرچہ لکھا وہاں کے قاضی کے نام کہ جس وقت تمہیں یہ پرچہ ملے تو اسی وقت عدالت کرو اور وہاں اس بات پر شہادت لو کہ اس وقت اس سنت پر عمل کیا گیا تھا یا نہیں؟ اگر ثابت ہوجائے اور کوئی شہادت اس امر پر نہ ہو کہ پہلے اسلام اور پھر جزیہ کی دعوت دی گئی تھی۔ تو تمام مسلمان فوجیں اسی وقت سمرقند چھوڑ کر اس کی حدود سے باہر جا کر کھڑی ہوجائیں، اس کے بعد اس سنت پر عمل کریں، پہلے اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر منظور ہو تو فبہا ہو تو پھر جزیہ کا کہیں اسے بھی نہ مانیں، تب جہاد کریں۔ قاضی صاحب کو پرچہ ملا انہوں نے عدالت طلب کی، مدعا علیہ مسلمانوں کی فوج کے قائد ہیں، اور دنیا کی تاریخ میں شاید اس واقعہ کی نظیر نہ ملے، کہ ایک کمانڈر جس نے اپنی نوک شمشیر سے اتنا اہم علاقہ ترکستان کا دارالخلافہ فتح کیا تھا وہ مدعا علیہ اور ایک معمولی مسلمان کی حیثیت سے حاضر تھا، اس مسجد میں اس سے پوچھا گیا، اس نے اعتراف کیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں یلغار میں اور اسلامی فتوحات کے تسلسل میں اس شرعی حکم پر عمل نہیں کرسکا، اور جب یہ معاملہ ثابت ہوگیا تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مسلمان اس شہر سے تخلیہ کریں اسے خالی کریں مسلمانوں نے گھر بنا لیے تھے، کھیتیاں جوت لی تھیں، بہت سے لوگوں نے اسے اپنا شہر بنالیا تھا، تو سب کچھ چھوڑ کر دامن جھاڑ کر چلے گئے، باہر جا کر کھڑے ہوگئے۔ جب وہاں کے بت پرستوں نے یا بدھ مذہب کے ماننے والوں نے مشرکوں نے یہ معاملہ دیکھا کہ شریعت کا اتنا احترام ہے ان کا دلوں میں اور عدل وانصاف کا اتنا لحاظ ہے کہ وہ اپنے قائد قوات پر، کمانڈر انچیف پر بھی اسے نافذ کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں ہم خود مسلمان ہوتے ہیں چنانچہ سمرقند سارے کا سارا مسلمان ہوگیا۔

تو میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت بھی جہاد کی اس سنت پر عمل کسی طرح چھوٹ جاتا تھا۔ اور اس کے بعد تو معلوم نہیں تاریخ کا تعین تو مشکل ہے مگر اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ میں ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس سنت پر عمل کیا گیا ہو ــــــــــــ اس اللہ کے بندے نے اس مرد مجاہد نے جس کا نام سید احمد شہید ہے اور ان کے ساتھی مولانا شاہ اسماعیل شہید جنہیں ان کا وزیر اعظم کہیئے یا دست راست کہیئے یا دست وبازو کہیئے یا لشکر کے قاضی مفتی اور شیخ الاسلام کہیئے ان دونوں نے پہلی مرتبہ اس سنت پر عمل کیا اور یہیں سے وہ اعلان نامہ لاہور روانہ کیا گیا جو لفظ بلفظ کتابوں میں منقول ہے۔ تو یہی اکوڑہ خٹک وہ سرزمین ہے۔ جو ان مجاہدوں کے خون سے لالہ زار بنی۔

ـــــ اور خون شہیداں ضائع نہیں ہوتا وہ ہزاروں باغ کھلاتا ہے اور اس کے نتیجے میں

جیسے باغ پیدا ہوتے، اسی طرح مدرسے بھی پیدا ہوتے ہیں خانقاہیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ مسجدیں بھی صفحہ وجود آتی ہیں اور وہ زمین اللہ کی راہ میں وقیع ہوجاتی ہے اس لیے کہ اس پر شہیدوں کا اور مجاہدوں کا خون بہا ہے ـــــ تو آپ کی اس سرزمین (اکوڑہ خٹک) کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں پر اللہ کی راہ میں اس جہاد کا آغاز ہوا۔ اور ابھی میں راستے میں سنارہا تھا کہ ہمارے رائے بریلی کے ایک خان صاحب تھے عبدالمجید خان صاحب ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا جنہیں رات کو بھیجا جانا تھا کوڑہ کے چھاپہ کے لیے رات کو چھاپہ ڈالنا تھا۔ اور یہاں سے مجاہدین کی جو فرودگاہ تھی ۶ کوس ۱۰ کوس کے فاصلے پر اور پھر رات ہی کو شبخون مارکر واپس ہونا تھا۔ تو حضرت سید احمد شہید کے سامنے جب فہرست آئی تو ان کو معلوم تھا کہ عبدالمجید خان صاحب بیمار ہیں اور کمزور ہیں تو ان کے نام کے سامنے نشان لگادیا کہ ان کا نام نکال دیا جائے کہ یہ کوئی جہاد کا اختتام نہیں، آغاز ہے، پھر بہت سے مواقع آئیں گے۔ ان کے جہاد کے تو ان کو جب معلوم ہوا کہ میرا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے تو کوئی اور ہوتا تو اس موقع کو غنیمت سمجھ لیتے کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں میرا نام امیرالمومنین نے خود ہی کاٹ دیا اس سے زیادہ بہتر کیا بات ہوگی۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ وہ خود دوڑتے ہوئے آئے اور شکایت کی کہ میرا نام کیوں فہرست سے کاٹ دیا ہے؟ فرمایا بھئی تمہیں بخار آرہا ہے۔ میں سن رہا ہوں کہ تم بیمار اور کمزور ہو اور یہ بڑا سخت چھاپہ ہے اس کے لیے جفاکش اور تنومند لوگوں کی ضرورت ہے، تو انہوں نے کہا کہ حضرت آج جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد قائم ہورہی ہے اور یہ پہلا موقع ہے تو کیا میں اس بنیاد کے موقع سے محروم رہ جاؤں؟ تو میرا نام للہ اس فہرست میں شامل کردیجیے۔ تو ان کا نام اس فہرست میں شامل کرلیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول فرمایا اور وہ اس چھاپہ میں شہید ہوئے۔

تو یہ سارے واقعات اس سرزمین کے ہیں۔ پھر یہاں سے دوسرا مقام شیدو میں ہوا جو آپ کے قریب ہے، اس کے بعد پھر ہوتے ہوتے ہنڈ وغیرہ میں معرکے ہوئے، جہانگیرہ وغیرہ میں۔ ان سب ناموں سے مانوس ہوں اس راستہ پر آج میں پہلی مرتبہ آیا ہوں، اور اس سے قبل پشاور اور مردان کے راستہ آنا ہوا تھا جو آج سے ۲۴، ۲۵ برس پہلے کا واقعہ ہے جب دارالعلوم حقانیہ نہیں تھا اور میں آیا اور گھوم پھر کر چلا گیا۔ کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا اور میری عمر وفا کرے گی اور اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے گا کہ میں پھر دوبارہ یہاں آؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس دارالعلوم کو دیکھوں گا جہاں ان شہیدین کی نہ صرف یاد تازہ ہے بلکہ اپنا انتساب بھی ان کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ یہ نسبت! یہ نسبت گرامی ایسی ہے کہ انشاء اللہ یہ رنگ لائے گی۔ خون شہیداں رنگ لایا، یہ نسبت انشاء اللہ رنگ لائے گی۔ اس کا نام حقانیہ ہے اس میں حقانیت انشاء اللہ قائم رہے گی۔ اور یہاں سے جو لوگ نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار ہونگے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اور شیخ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور اس مدرسہ کی کامیابیوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ اُن کے لگائے ہوئے اس باغ کو سرسبز وشاداب رکھے اور پھلتا پھولتا

رکھے۔ یہاں اس سرزمین میں ایک ایسا مدرسہ ضرور ہونا چاہیے تھا جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں بلند ہوں۔۔۔۔۔ اس لیے کہ اسی قال اللہ اور قال الرسول ہی کا نتیجہ تھا کہ کتنے اللہ کے بندے ہتھیلیوں پر سر رکھے ہزاروں میل سے، ہندوستان سے کہاں کہاں سے یہاں پر آئے، اور کہاں یہ میدان یہ قال اللہ اور قال الرسول ہی تھا جو ان کو اتنا دور کھینچ لایا اور یہ جب تک قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی رہیں انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کی رحمت برستی رہے گی۔۔ع۔۔۔۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں ست

خم و خمخانہ بامہر و نشان ست

ابھی یہ خمخانہ خالی نہیں ہوا جاری ہے۔ اور حافظ کے اس شعر پر میں ختم کرتا ہوں۔۔۔ع۔۔۔

از صد سخنے پیرم یک نکتہ مرا یاد ست

عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد ست

کہ اپنے مرشد کی سو باتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ عالم اس وقت تک ویران نہیں ہو گا جب تک کہ میکدہ قائم ہے۔ یعنی میکدہ معرفت قائم ہے قال اللہ و قال الرسول کا مرکز قائم ہے۔ اس وقت تک عالم ویران نہیں ہو گا۔ اور یہ حدیث میں آتا ہے کہ جب تک ایک اللہ اللہ کرنے والا باقی ہو گا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کو مبارک ہو یہ سرزمین بھی مبارک ہو کبھی کبھی

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

اس دارالعلوم کی آپ قدر کریں، اس کے اساتذہ اور اس کے علماء کی قدر کریں، یہاں ذہین طالب علموں کو بھیجیں، اس لیے کہ اب ضرورت ہے جیسا کہ مولانا سمیع الحق صاحب نے اشارہ کیا کہ مغربیت کے فتنے میں ذہین لوگ سامنے آئیں کہ جن کے اندر حوصلہ ہو ولولہ ہو، اچھے خاندانوں کے ہوں، ان میں مجاہدوں کا خون ہو، شہیدوں کا خون ہو، امینوں کا خون ہو، وفاداروں کا خون ہو، وہ آئیں اور وہ لوگ علوم کتاب وسنت پڑھیں اور اس کے بعد اس سرزمین میں جو اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے اور یہاں اسلامی قانون کے نفاذ کے ارادے کیے جا رہے ہیں اور مطالبے بھی کیے جا رہے ہیں وہ راہنمائی کریں۔

بس ان الفاظ کے ساتھ میں ختم کرتا ہوں۔۔۔۔۔ میں نے یہاں آکر کسی پر احسان نہیں کیا، میرا کسی کے اوپر کوئی احسان نہیں بلکہ میں نے اپنے اوپر احسان کیا ہے، اور بلانے والوں نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر احسان کیا ہے، کہ یہ عزیز سرزمین ہم کو دوبارہ دکھلادی۔ جس مقصد کے لیے یہ زمین رنگین ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ اس مقصد کو دنیا میں عام کرنے اور اسلام کا کلمہ بلند ہو، اسلام کو غلبہ حاصل ہو اور ہمارے گھروں میں، ہمارے دفتروں میں ہمارے اداروں میں سب جگہ اسلام نافذ ہو۔ آمین

دارالعلوم حقانیہ کا مختصر تاریخی جائزہ

جناب محمد اجمل خاں خٹک سربراہ اے این پی

اے این پی کے سربراہ جناب محمد اجمل خان خٹک اپنے ابتداء شعور سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی خدمت میں حاضر ہوتے اور انکے تعاون اور سرپرستی سے تعلیمی زندگی کے صبر آزما مراحل میں آگے بڑھتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث سے ترجمہ قرآن بعض درسی کتب اور حجۃ اللہ البالغہ پڑھی پھر عملی زندگی میں دارالعلوم کے معاملات اور ترقی و کامیابی کے مراحل ان کا مشاہدہ تھا۔ بعد میں اگرچہ سیاسی حالات کی وجہ بعد پیدا ہو گیا۔ مگر پھر بھی موصوف نے اپنی شہادت ریکارڈ کرائی۔ ذیل کا مضمون موصوف کے سیاسی اہداف اور اختلاف سے قبل کی تحریر ہے جو قیام دارالعلوم کے چھٹے سال لکھی گئی تھی۔ 1952 کی یہ تحریر اگرچہ مکمل دستیاب نہ ہوسکی تاہم اسکا میسر شدہ حصہ فائدہ سے خالی نہیں جس سے دارالعلوم کی ابتدائی تاریخ اور بانی دارالعلوم کے سوانح اور آغاز کار و رفتار پر کافی روشنی پڑتی ہے نیز حضرت پر ان کا مستقل مضمون بھی اسی خصوصی نمبر میں شریک اشاعت ہے۔

صوبہ سرحد کے پٹھانوں کی علمی اور ادبی تاریخ میں خٹک قبیلہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اسی قبیلہ کا صدر مقام اکوڑہ خٹک نامی قصبہ ہے۔ جو ضلع و تحصیل نوشہرہ میں کئی ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اکوڑہ خٹک دریائے اٹک کو عبور کرنے کے بعد صوبہ سرحد کی طرف ریلوے کا تیسرا اسٹیشن اور جی ٹی روڈ کے کنارے ایک مشہور تاریخی مقام ہے۔ اس گاؤں کی بنیاد ملک اکوڑہ خان نامی خٹک سردار نے اکبر بادشاہ کے عرصہ میں رکھی تھی۔ اس بانی کے نام کی مناسبت سے کچھ عرصہ تک اس کا نام "ملک پورہ" رہا۔ اور بعد میں اکوڑہ خٹک مشہور ہوگیا۔ تب سے اب تک یہ گاؤں علاقہ خٹک کا ممتاز قصبہ اور دریائے لنڈہ یا کابل کے کنارے آمدورفت کی ایک مشہور گذر گاہ ہے۔ جس پر یوسف زئی، صوات، بنیر، باجوڑ، دیر اور چترال تک پیدل قافلوں کی آمدورفت ہوتی رہتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ گاؤں تجارت کے لحاظ بھی ایک اہمیت کا حامل رہا ہے۔ خٹک نوابوں کا پائے تخت ہونے کی وجہ سے ایک طرف اس گاؤں کی آبادی میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور دوسری طرف سیاسی سرگرمیوں اور علوم وفنون کا مرکز بھی بنتا گیا۔ چنانچہ کسی وقت اسے "قطعہ یونان" نام بھی انہی علمی وادبی امتیازات کی وجہ سے دیا گیا۔ پٹھان تاریخ کا بے مثال ہیرو اور مشہور جرنیل خوشحال خان خٹک جو ایک طرف وقت کا بہترین سپہ سالار معلم اور رہنما تھا اور دوسری طرف پشتو کا عظیم شاعر اور ادیب تھا۔ اور جسے مورخین "صاحب سیف وقلم" اور "بابائے پشتو" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس گاؤں میں پیدا ہوا۔ خوشحال خان اور اس کے خاندان کی علم دوستی اور ادب پروری کی وجہ سے اکوڑہ خٹک بارہویں صدی کے اوائل تک پشتو ادب کا مرکز اور مروجہ علوم وفنون کی آماجگاہ بنا رہا اور بالآخر جب انگریزوں کی تسلط نے اس قصبہ کی سیاسی مرکزیت کا مکمل طور پر خاتمہ کیا۔

تو اس کے علمی اور ادبی حلقوں پر بھی تنزل شروع ہوا۔ تاہم درس و تدریس اور علم وادب کا چرچا باقاعدہ جاری رہا۔ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دور میں بھی یہاں کی درس وتدریس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ اگرچہ باقاعدہ درسوں کا ایسا بندوبست نہ تھا جیسا کہ آج کل ہے مگر جیسا کہ اس وقت عام دستور تھا مسجدوں میں مدرس علماء کے پاس افغانستان چترال پکھلئی، کنتر، صوات، بنیر، باجوڑ، بلوچستان اور کاشغر تک کے طلباء مذہبی علوم حاصل کرنے کے لیے سالوں سال موجود رہتے۔ اس دور میں مندرجہ ذیل حضرات کی درسیں کافی شہرت حاصل کرچکی تھیں۔

مولانا مولوی عبدالنور صاحب عرف صخرئے ملاصاحب، مولانا حاجی عبدالقادر صاحب، مولانا عبدالقیوم صاحب مرحوم ۔۔۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب قبلہ حاجی سید مہربان علی شاہ صاحب (جو ایک خدارسیدہ عارف تھے اور سلسلہ رشد وہدایت کے لیے "حاجی صاحب اکوڑہ خٹک" کے نام سے دور دور تک مشہور تھے نے پروانہ کان شمع رسالت اور طالبان راہ حقیقت کو اکوڑہ خٹک کی طرف متوجہ کیا۔ جس سے یہ قصبہ اور بھی ممتاز ہوتا گیا۔

مذہبی درسگاہ کا تصور

زمانے کی ترقی اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ جب ذرائع آمدورفت کی آسانی اور نئی ایجادات نے وقت اور فاصلے کو کم سے کمتر کیا۔ نئے تجربات اور ترقیوں نے حالات کچھ سے کچھ کرائے۔ علوم وفنون کے معیار، انداز اور حصول میں فرق آگئے۔ اور اس کے ساتھ ہندوستان پر انگریزوں کے عیارانہ قبضہ اور علماء کے ساتھ ان کے جابرانہ سلوک نے اسلامی درد رکھنے والوں کو مذہبی درسگاہیں بنانے اور سیاسی اقتدار کے بجائے درس وتدریس کے ذریعے دین کی خدمت کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ہندوستان کے مسلمان مدرسے اور دارالعلوم تعمیر کرانے لگے۔ اس کا اثر صوبہ سرحد اور قبائل کے بیدار مغز علماء پر بھی ہوا۔ اور یہاں بھی مدرسے بنانے کی طرف توجہ دی جانے لگی۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں چند مدرسے قائم کیے گئے۔ جس میں مدرسہ "رفیع الاسلام بہانہ ماڑی" اور "تعلیم الفرقان زیارت کا کاصاحب" خاصے مشہور اور کامیاب مدرسے رہے مگر بدقسمتی سے زمانہ دیر تک ان کا ساتھ نہ دے سکا۔

اکوڑہ خٹک کے حلقہ ہائے درس وتدریس اور خادمان علوم دینیہ بھی ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور اب یہاں بھی دینی تعلیم کے لئے منظم مدرسہ کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ یہاں تک کہ چند اصحاب نے ذاتی قسم کے مدرسوں کی بنیاد ڈالی مگر زیادہ عرصہ تک کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ یہی احساس کچھ عرصہ تک مختلف شکلوں میں ظہور پذیر ہونے کے بعد آخر کار شدت اختیار کر گیا۔ اور ادھر ملک میں سیاسی بیداری نے ایک ایسی جماعت بھی پیدا کر دی تھی۔ جس میں استقامت کے ساتھ اجتماعی کام کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ چنانچہ گاؤں کے چند بیدار مغز نوجوانوں

سید نور بادشاہ صاحب شیخ غلام مرتضیٰ صاحب قاضی عبدالودود صاحب اور محمد حسین صاحب نے مشورہ کرکے مولانا الحاج عبدالحق صاحب فاضل دیوبند حاجی محمد یوسف صاحب اور محمد حسین صاحب کے ساتھ ایک مدرسہ کے قیام کی تجویز پر غور کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ان سب نے گاؤں کے معززین، خوانین، علماء و شرفاء کو جمع کرکے اللہ کا نام لے کر مسجد روہیلیان میں مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد رکھی۔

مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک

1937ء میں اس پرائمری مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور طے پایا کہ گاؤں کے بچوں کی ابتدائی لازمی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن شریف۔ ابتدائی اسلامی معلومات اور نماز پنجگانہ، نماز جنازہ اور نماز عیدین باترجمہ پڑھانے کا باضابطہ طور پر بندوبست ہوگا۔ ساتھ یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ جب اس مدرسہ کے طلباء درجہ چہارم سے ترقی کریں گے تو ان کے لئے پانچویں جماعت درس نظامی کی بنیادوں پر بنائی جائے گی اور اس طرح انشاء اللہ دارالعلوم کا پروگرام عملی شکل اختیار کرتا جائے گا۔ چنانچہ پروگرام کو مدنظر رکھ کر پرائمری کلاسوں (ابتدائی جماعتوں) کے نصاب میں اس مقصد کیلئے طلباء کی تیاری کا خیال رکھا گیا۔ اس مدرسہ کو باقاعدگی سے چلانے کے لیے مندرجہ ذیل کارکنان اور سرپرستان کا انتخاب ہوا۔ صدر مولانا الحاج عبدالحق صاحب فاضل دیوبند نائب صدران سید نور بادشاہ و حاجی محمد یوسف ناظم اعلیٰ قاضی عبدالودود اسیر۔ نائب ناظمان شیخ محمد شفیق مرحوم۔ اور مولانا محمد عمر خان ناظم نشر و اشاعت حکیم نصیرالدین مرحوم، اور خزانچی محمد حسین اور مجلس عاملہ میں شیخ غلام محبوب قریشی مرحوم شیخ تعریف گل، ماسٹر غلام جیلانی، حاجی احسان اللہ اور سید بسم اللہ شاہ حاجی ملک امر الہی اور رحمان الدین کے نام قابل ذکر ہیں ان اصحاب کی سرکردگی میں مدرسہ دن دگنی، رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ مدرسہ کے لیے ایک مخصوص عمارت کی اشد ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقصد کے لیے انہیں مدرسہ کا موجودہ محل منتخب کرنا پڑا۔ گاؤں کے ایک غریب مدرس غلام جیلانی نے سو روپیہ بطور امداد دے کر عمارت کو مدرسہ کی شکل دینے کا کام شروع کیا جو بعد میں تمام معاونین کی معاونت سے خاطر خواہ گنجائش کا مکان بنتا گیا۔ اور مدرسہ یہاں منتقل کیا گیا۔ مدرسہ کی کامیابی اور کارکنان کی کارکردگی سے متاثر ہو کر گاؤں اور گرد و نواح کے لوگ ادھر متوجہ ہوئے اور اس طرح مدرسے کی معاونین میں اضافہ ہوتا رہا۔ خان اعلیٰ محمد زمان خان ــــــــــــ، رحیم گل صاحب شیخ غلام محمد صاحب نے خدمات کیں۔ گاؤں کے ہر کہ ومہ نے ہر قسم کی مالی اور جانی قربانی دے کر مدرسہ تعلیم القرآن کو بام عروج پر پہنچایا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ کی ترقی سے متاثر ہو کر محکمہ تعلیم صوبہ سرحد نے مدرسہ کو گرانٹ کی پیشکش کی اور مدرسہ نے قبول کی۔ ان دنوں حضرت العلامہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی صوبہ سرحد تشریف لائے تھے انہوں نے مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک کا معائنہ فرما کر اس مدرسہ کے متعلق اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر فرمائی تھی۔

"میں اپنی خوش قسمتی سے ماہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ میں اس مدرسہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں حاضر ہوا۔ اگرچہ اس مدرسہ کو جاری ہوئے ابھی ایک برس کا عرصہ نہیں ہوا مگر ظاہری احوال اور ترقیات امید افزا ہیں۔ الحمد للہ بچے بھی بکثرت ہیں اور مدرسین کرام کی قربانی اور ایثار بھی اطمینان بخش ہے۔ میں اہل اکوڑہ سے پر زور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مدرسہ کے جاری رہنے اور روزافزوں ترقی کرنے میں ہر قسم کی امداد فرمادیں۔ وہ ہرطرح تمام اہل قصبہ کے لیے دین ودنیا کا ذخیرہ ہے۔ نیز میں امیدکرتا ہوں کہ اہل قصبہ اپنے اپنے بچوں کو ضرور بالضرور یہاں کی تعلیم سے آراستہ کرنے کی کوشش کریں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"۔

ان کے علاوہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری میاں قمرالدین صاحب مرحوم رئیس اچھرہ مہتمم دارالعلوم فتیحہ اچھرہ اور دیگر اصحاب نے اس مدرسہ میں تشریف لا کر کارکنان کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کے لیے انہیں اپنی آرائے سے مستفیض فرمایا۔ اس مدرسہ کی تعلیمی حالت خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم اور قابل کارکنان اور تجربہ کار اساتذہ کی جان فشانی کی بدولت کافی تسلی بخش ہے۔ اور اسی طرح یہ مدرسہ بفضل ایزد تعالیٰ ہر لحاظ سے کامیاب روبہ ترقی ہے آج مدرسہ نے اپنے قیام کے پندرہ سال میں جو ترقی کی ہے وہ اس کاغذی بیان سے زیادہ اس احاطہ میں محسوس کی جاسکتی ہے جو سات نشت گاہوں اور ایک مختصر میدان پر مشتمل ہے۔ اور جس میں باقاعدہ درج رجسٹر تقریباً ۲۵۰ طلباء اور چھ اساتذہ کے زیر تربیت قرآن شریف اور اسلامیات کا درس لیتے دیکھے جاسکتے ہیں۔ آپ بلا تخصیص کسی بچے پر اس کی استطاعت اور استعداد کے مطابق اسلامیات کے بارے میں سوال کیجئے، آپ یہ دیکھکر حیران ہوجائیں گے کہ یہ ننھا بچہ کس مستعدی سے آپ کے سوال کا جواب دیتا ہے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ محکمہ تعلیم کے مقررہ نصاب میں بھی اس مدرسہ کے طلباء سرکاری مدرسوں کے طلباء سے کس طرح کم نہیں۔

دارالعلوم کی ابتداء

تعلیم القرآن کو پھلتا پھولتا دیکھ کر انجمن تعلیم القرآن اور سرپرستان نے اسے پرائمری سے ترقی دینے کے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کیا جو اس مدرسہ کی سنگ بنیاد رکھتے وقت ان کے پیش نظر تھا۔ یعنی "دارالعلوم" کا قیام چنانچہ جب تعلیم القرآن کے چوتھے درجے سے طلباء ترقی کر گئے تو ان کے لئے اسلامیات کی مزید تعلیم وتربیت کی خاطر پانچویں جماعت کا افتتاح کیا گیا۔ جس کا نصاب وہی مقرر کیا گیا۔ جو درس نظامی کی بنیادوں پر دارلعلوم دیوبند میں پڑھایا جارہا ہے۔ اس کام کے لیے گاؤں کے ایک عالم فاضل حافظ قاضی حبیب الرحمان صاحب فاضل دیوبند کی خدمات حاصل کی گئیں اور اس طرح مدرسہ تعلیم القرآن کو ترقی دے کر دارلعلوم کی ابتداء کی گئی۔ اور باقاعدہ پڑھائی شروع ہوئی۔ جس میں نہ صرف تعلیم القرآن کے فارغ شدہ طلبہ داخل کیے جانے لگے۔ بلکہ باہر سے بھی طلبہ آنے شروع ہوئے ۔ مولانا الحاج عبدالحق صاحب فاضل دیوبند جو مدرسہ کے صدر تھے دارالعلوم کے

بھی صدر اور مہتمم مقرر ہوئے اور خود بھی اسی اہتمام اور ارادوں کے ساتھ مختلف علوم کا درس دیا کرتے تھے۔ اور آپ کے پاس مختلف مدارج کے کئی طلباء موجود رہتے۔

مولانا الحاج عبدالحق صاحب اور دارالعلوم دیوبند

اس اثناء میں دارالعلوم دیوبند کو مولانا عبدالحق صاحب کی ضرورت ہوئی۔ انجمن تعلیم القرآن سرپرستان مدرسہ اور معززین اکوڑہ خٹک اور مضافات نے کافی کوشش کی کہ آپ اکوڑہ ہی میں رہیں تاکہ تعلیم القرآن آپ کی سرپرستی سے محروم نہ ہو اور دارالعلوم کے مجوزہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں خادمان انجمن کی رہنمائی فرمائیں مگر حالات کچھ ایسے تھے۔ کہ آپ کو دارالعلوم دیوبند کی ضرورت کے ماتحت وہاں کی آواز پر لبیک کہنے کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ اور آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں آپ تقریباً چار سال مدرس رہے۔ مگر دیوبند میں رہنے کے باوجود آپ انجمن تعلیم القرآن مدرسہ اور دارالعلوم کی سرگرمیوں کے ساتھ وابستہ رہے۔

تقسیم ہند کا اثر

ہندوستان کی سیاست نے پلٹا کھایا۔ انگریز اپنا بوریا بسترہ سمیٹ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ ہندوستان، ہندوستانیوں کے لیے رہ گیا۔ اور مسلمان رہنماؤں کے مطالبے اور تجویز کے مطابق ہندوستان تقسیم ہوا۔ پاکستان عالم وجود میں آیا۔ بھارت ہندو اکثریت کا ملک تسلیم کیا گیا۔ اور پاکستان مسلمانوں کی ریاست ٹھہری۔ تقسیم سے تبدیلی آبادی کا واقعہ بھی پیش آیا۔ جس کے نتیجے میں مسلم آبادی نے ہندوستان چھوڑ کر پاکستان کی طرف ہجرت شروع کی۔ اور ہندو بھارت کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ساتھ کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جس نے دونوں فرقوں کے تعلقات تلخی کی حد تک ناخوشگوار کر دیے۔ جس سے آمدورفت کے ناممکن حد تک دشوار ہو گئی۔ ان حالات میں علوم دینیہ کے وہ مدارس اور دارالعلوم جو خط تقسیم کے اس پار تھے ادھر کے مسلمانوں سے کٹ گئے۔ اور ادھر کے طلباء وہاں جا کر علوم دینیہ حاصل کرنے سے قطعی محروم رہ گئے۔ چنانچہ یہاں شدت سے محسوس کیا جانے لگا، کہ خط تقسیم کے اس پار ایسے دارالعلوم بنانے چاہئیں۔ جس سے وہ کمی پوری ہو سکے جو تقسیم سے واقع ہوئی ہے۔ بلکہ مزید ترقی بھی ہو۔ اور اس احساس نے یہاں چند دارالعلوم کی بنیادیں ڈالیں جس میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سب سے اولین ہے۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اس احساس نے انجمن تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک کے مجوزہ دارالعلوم کے پروگرام کو کامیابی کی طرف لے جانے میں شدت سے تحریک پیدا کی۔ ادھر دارالعلوم کو جلد از جلد باقاعدہ منظم اور وسیع تعلیمی اداروں کی شکل دینے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی اور ادھر مولانا الحاج عبدالحق صاحب صدر تعلیم القرآن دارالعلوم دیوبند سے کٹ کر اکوڑہ خٹک میں درس و تدریس اور انجمن تعلیم القرآن کی

معاونت کے لیے مزید تجربہ اور اشتیاق کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ دیو بند کے وہ طالب علم جواب دیو بند نہیں جاسکتے تھے۔ اور مولانا عبدالحق صاحب کے دیو بند میں شاگرد یا جان پہچان والے تھے۔ مولانا کی خدمت میں سلسلہ تعلیم جاری رکھنے کے لیے کافی تعداد میں آنے شروع ہوئے۔ اس طرح قدرت نے ایسے حالات مہیا فرمائے جن میں اکوڑہ خٹک اور مضافات کے ان لوگوں کی امیدیں بھر آتی آسان دکھائی دیں۔ جن نے عرصہ سے ہر قسم کی مالی جانی قربانیاں کر کے اس ارادے سے تعلیم القرآن کی ابتداء کی تھی کہ اکوڑہ خٹک کے غریب لوگ ایک نہ ایک دن ایک شاندار دارالعلوم کی خدمت اور برکات حاصل کرنے کے قابل ہوجائیں گے۔ چنانچہ اس دارالعلوم کے خدوخال پر ایک منظم وسیع اور باقاعدہ دارالعلوم کے اعلان کا فیصلہ ہوا۔ جبکہ داغ بیل پرائمری مدرسہ کی شکل میں 1937ء میں اور 1948ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نام سے دارالعلوم قائم کیا گیا۔ جو خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم اور اہل خیر حضرات کی معاونت سے آج پاکستان بھر میں سب سے ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کی مقبولیت

ابتداء میں اہالیان اکوڑہ خٹک اور مضافات نے ہمہ تن ایثار بن کر دارالعلوم حقانیہ کی بنیادوں کی اپنے خون پسینے سے استوار کرنے کے لیے اس کے قیام کی آواز پر لبیک کہا۔ علماء و خوانین شرفاء وسادات نے اس کی سرپرستی کی طرف توجہ دی۔ غرباء اور عوام نے اپنے منہ کے نوالے میں حصہ کر کے دارالعلوم کے طلبہ کی مشکلات رفع کرنے کے لیے قربانیاں پیش کیں۔ اکوڑہ خٹک کے تقریباً 35 مساجد میں باہر سے آنے والے طلباء دو دو سے لے کر دس دس تک تقسیم کیے گئے۔ جن کی رہائش اور خور دونوش کا انتظام متعلقہ اہل محلہ نے ذمے لیا۔ علماء نے طلباء کو پڑھانے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ جن میں جناب مولانا الحاج سید بادشاہ گل صاحب سجادہ نشین اکوڑہ خٹک اور مولانا الحافظ ڈاکٹر محمد اسرار الحق صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے دیگر مالی اور جانی قربانیوں کے ساتھ ساتھ طلباء کی ایک جماعت کو حسبتہ للہ ضروری کتابیں پڑھانی شروع کیں۔ حضرت مولانا الحاج عبدالحق صاحب جو مدرسہ تعلیم القرآن کے صدر اور مہتمم تھے دارالعلوم کے بھی مہتمم مقرر کر دیے گئے۔ اور اس طرح دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے ایک شاندار مذہبی ادارے کی شکل میں کام شروع کیا۔ یہاں طلبہ کی خدمات سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی جو دارلعلوم کے سب سے اولین شاگرد تھے اور دارالعلوم کے قیام میں ان کی تحریکیں تجویزیں اور قربانیاں مقامی لوگوں سے کسی طرح کم نہیں بلکہ انہیں کی سرگرمی نے جوش کی شکل اختیار کر کے کارکنان انجمن کو جلد از جلد علمی قدم اٹھانے پر مجبور کیا۔

پاکستان بھر میں مقبولیت

اور یہی نہیں بلکہ مسلمانان پاکستان نے دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے اعلان کا نہایت خلوص سے استقبال کیا۔ جہاں تک اور جن اصحاب کے ساتھ دارالعلوم کا صحیح تعارف ہوسکا کسی نے بھی ایثار

سے رو گردانی نہیں کی۔ اور نہ صرف اہالیان سرحد بلکہ پشاور سے لے کر کراچی اور واہگہ سے لے کر بلوچستان تک کے تمام پاکستانی مسلمانوں نے بلا کسی تعمیم و تخصیص کے دارالعلوم حقانیہ کی مالی وجانی خدمتیں کیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج دارالعلوم حقانیہ اپنے قیام کے چھ سال میں اس قابل ہو گیا ہے کہ تعداد طلبہ ضابطہ تعلیم اور سلسلہ امتحانات کی باقاعدگی کے لحاظ سے پاکستان بھر میں اول درجے کی مذہبی درسگاہ ہے اور میں دارالعلوم حقانیہ کے ایک خادم کی حیثیت سے آج نہایت فخر کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کی چھ سال کی کارکردگی کے نقشے اس مضمون کے ساتھ صرف اس لیے پیش کرتا ہوں تاکہ اہل خیر اور معاونین حضرات کو اپنی قربانیوں اور ایثار کے متعلق مناسب تسلی اور تشفی ہو سکے۔

علماء اور طلباء کی نظروں میں

دارالعلوم کے قیام کے ساتھ ہی اسے علمی حلقوں اور درس و تدریس کے شائقین نے بھی مذہبی تعلیمات کا ایک قابل اعتماد مرکز تسلیم کر کے ادھر توجہ دی۔ علم دین کے پروانے یعنی طالب علم جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں۔

بقیہ ص ۳۳

کیا کہ گذشتہ رجب میں دارالعلوم دیوبند کے غلہ اسکیم کے سلسلہ میں عظیم الشان جلسہ میں حضرت شیخ مولانا حسین احمد مدنی نے ہزاروں کے اجتماع میں دارالحدیث دیوبند میں دارالعلوم حقانیہ کا تذکرہ کیا کہ سرحد میں دارالعلوم حقانیہ بہت وسیع پیمانے پر کام کر رہا ہے اور مولانا عبدالحق صاحب جو یہاں مدرس تھے انہوں نے یہ کام چلایا ہے، اس لیے خصوصیت سے دعا کی جائے فرمایا کہ حضرت شیخ کے ہاتھ میں والد ماجد کا ایک فرستادہ خط بھی تھا جس سے کچھ سنایا بھی۔ (ذاتی ڈائری)

۱۰ مئی ۵۷ء ۱۱۷۶ھ بروز جمعۃ المبارک۔

حیات جاوداں اسکی نشاط کامراں اس کا
جو دل لذت کش ذرق نگاہ یار ہو جائے
جب کبھی اہل وفا یاد کریں گے مجھ کو
جانے کیا کیا میری روداد کے عنوان ہونگے

(عارفی)

دارالعلوم حقانیہ ـــــــ مختصر تاریخی جائزہ

پروفیسر افضل رضا صاحب، اکوڑہ خٹک

حضرت شیخ دیو بند میں تقریباً چار سال مدرس رہے۔ بقول جناب گل رحمان صاحب ناظم حقانیہ کہ میں نے دیگر طلباء کے ساتھ حمد اللہ، مشکوٰۃ شریف، طحاوی اور دیگر کتب آپ سے دارالعلوم دیو بند میں پڑھیں۔ لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد غیر یقینی صورت حال کے پیش نظر دیو بند جانے کا ارادہ ملتوی کیا۔ آپ کے والد بزرگوار الحاج معروف گل صاحب بھی آپ کے جانے پر راضی نہ تھے۔ حالانکہ آپ کی خاطر حفاظتی انتظامات اور سرکاری سطح پر سفری معاملات نبھانے کی ذمہ داری حضرت مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اپنے ذمے لی تھی۔ بہر کیف نہایت بے سروسامانی کے عالم میں آپ نے اپنے گھر سے متصل مسجد (محلہ گلے زئی) میں ستمبر ۱۹۴۷ء (۱۳۶۶ھ) میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ سفری رکاوٹوں سے مجبور دیو بند میں پڑھنے والے افغان طلباء اور پاکستانی اس نئی درسگاہ میں حضرت شیخ سے دورہ حدیث مکمل کرنے لگے جو جلد ہی دارالعلوم حقانیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی چند سال

۱۹۴۷ء میں جن آٹھ طلباء نے حضرت شیخ کی نئی قائم کردہ درسگاہ میں دورہ حدیث میں شرکت کی اور فارغ التحصیل ہوئے ان کے اسمائے گرامی درج ہیں۔ سال اول کے طلباء

(۱) مولوی حیات شاہ (چترال) (۲) مولوی فضل الٰہی (چترال) (۳) مولوی عبدالجمیل (لوند خوڑ) (۴) قاری غفران الدین (مردان) (۵) مولوی امیر خان (آدم زئی) (۶) مولوی احسان اللہ (ٹھنڈ کوئی) (۷) قاری عبدالغفار افغانی (۸) مولوی عبدالرزاق گردی (چارسدہ)

مولانا سلطان محمود دارالعلوم کے پہلے ناظم اور مولانا گل رحمان نائب ناظم تھے۔

طلباء کا خواب

یہاں اس بات کا ذکر بیجا نہ ہوگا کہ مندرجہ بالا طلباء میں سے بعض نے حضرت شیخ کی سرکردگی میں قائم ہونے والی درسگاہ کا خواب دیکھا تھا۔ جو جلد ہی سچ ثابت ہوا۔ (بقول مولانا محمد عمر خان مردان)
سال اول ۱۹۴۷ء کے دوران حضرت شیخ اس نئی درسگاہ کے واحد مدرس تھے۔

ابتدائی لنگر کا یہ عالم تھا کہ دو سیر آٹا بازار میں پکتا اور سالن حضرت شیخ کے گھر سے آتا سالن کی فراہمی کا یہ سلسلہ تھوڑا بہت ۱۳۹۰ھ تک آپ کے گھر سے جاری رہا۔ (بقول گل رحمان صاحب)

سال دوم کے طلباء

۱۹۴۸ء میں دارالعلوم حقانیہ میں ۲۴ طلباء داخل تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ یہ حضرات ۱۳۶۷ھ / ۱۳۶۸ھ میں فارغ التحصیل بھی ہوئے۔

(۱)سید نواز صاحب (گڑھی کپورہ)(۲)عبدالرؤف صاحب (باغیچہ)(۳)نور محمد صاحب (چندن)(۴)خلیل الرحمٰ صاحب (دلبعوڑی)(۵)لطف الرحمان صاحب (جہانگیرہ)(۶)سید غفور صاحب (کالوخان)(۷)زین العابدین صاحب (شیر پلم)(۸)بہاؤ الدین صاحب (گرم سر)(۹)سلطان محمود صاحب (ناظم مغلکئی)(۱۰)عبدالحمید صاحب (شیدو)(۱۱)لطف الرحمان صاحب (تمبولک)(۱۲)سید شوکت احمد صاحب (پیر آباد)(۱۳)محتشم صاحب (بڈھ بیر)(۱۴)فضل واحد صاحب (میاں آباد)(۱۵)محمد انور صاحب (چلس)(۱۶)فضل واحد (سخاکوٹ)(۱۷)سید حسن صاحب (حکیم خیل)(۱۸)زیارت شاہ صاحب (ازاخیل)(۱۹)عبدالصمد صاحب (ٹانک)(۲۰)ضیاء الحق صاحب (چترال)(۲۱)عبدالوہاب صاحب (افغانی)(۲۲)حبیب اللہ صاحب (سوات)(۲۳)حافظ صاحبزادہ محمود صاحب (پنیالہ)(۲۴)گل رحمان صاحب (ناظم) پیر سباق۔

فہرستوں سے جہاں ابتدائی سالوں میں دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کی تعداد کا اظہار مقصود ہے۔ وہاں یہ بات بھی قارئین کرام کو بتانی ہے کہ ابتداء ہی میں حضرت شیخ کی اس نئی قائم کردہ درسگاہ میں طالبان علوم دینیہ کس قدر دور دراز علاقوں سے پہنچتے تھے۔ حالانکہ ابتدائی سالوں میں قیام و طعام کا بندوبست نہایت مشکل تھا۔ اکثر طلباء اکوڑہ خٹک کی دیگر مساجد میں قیام پذیر ہوتے۔ اہالیان اکوڑہ وظیفے کی صورت میں ان کے طعام کا بندوبست کرتے یہ مبارک سلسلہ آج تک جاری ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کے موجودہ ناظم جناب گل رحمان صاحب (جو خود اس وقت دارالعلوم کے طالب علم تھے) نے راقم الحروف کو بتایا کہ ۱۹۴۸ء میں حضرت شیخ بخاری شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد، طحاوی، موطئین پڑھایا کرتے تھے اس سال جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم، ممتاز عالم دین روحانی پیشوا جناب سید بادشاہ گل صاحب بھی اعزازی طور پر دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ میں شامل ہوئے۔ دارالعلوم حقانیہ کے طلباء آپ سے باباجی کی مسجد میں مسلم شریف پڑھنے کے لیے جاتے اس سال دیگر اساتذہ میں ڈاکٹر حافظ مولانا محمد اسرار الحق شیخ صدیقی صاحب فاضل دیوبند متنبی پڑھاتے تھے اور میاں محمد فیاض فقہ، اصول فقہ، مولانا محمد شفیق صاحب (ساکن مغلکئی) منطق کی کتب اور رسائل پڑھاتے تھے۔

دارالعلوم حقانیہ کا پہلا سالانہ اجتماع

دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے بعد کئی سال تک متواتر اس کے سالانہ اجتماع ہوتے رہے۔ ان اجتماعات میں جہاں دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل طلباء کی دستاربندی کا اہتمام ہوتا۔ وہاں ملک اور بیرون ملک کے جید علمائے دین اور مشائخ عظام اپنی جامع تقاریر سے سامعین کو مستفید فرماتے کافی عرصے سے سالانہ اجتماع کا یہ سلسلہ بوجوہ منقطع ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کا پہلا سالانہ اجتماع اس کے ابتدائی مقام (مسجد گگے زئی) ۱۹۴۸ء میں منعقد ہوا۔ اس میں سال ۱۹۴۷ء کے پہلی نشست ۱۹۴۸ء کے ۲۴ فارغ التحصیل طلباء کی دستاربندی کی گئی ان طلباء کی فہرست گزشتہ صفحات میں درج ہے۔ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب (غورغشتی) نے

صدارت فرمائی تھی ۔ مولانا شمس الحق صاحب افغانی اور مولانا احمد علی لاہوری صاحب نے بھی اس میں شرکت فرما کر خطاب کیا تھا۔ اس سہ نشتی اجتماع میں ایک نشست پشتو مشاعرے کے لیے وقف تھی۔ رات کو منعقد ہونے والے مشاعرے میں دیگر شعراء کے علاوہ اکوڑہ کے جناب محمد زمان خان خٹک عبدالرزاق سنگین اور سراج الاسلام سراج نے اپنا کلام سنایا تھا۔

دوسرا اجتماع

۱۹۴۹ء میں دارالعلوم حقانیہ کا دوسرا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ یہ اجتماع مسجد کی بجائے حاجی صاحب کے بازار کے قریب میدان میں ہوا تھا۔ جہاں آج کل حاجی رحمان اللہ کا گودام ہے۔ ایک نشست کی صدارت حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی نے فرمائی ۔ آخری نشست کی صدارت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمائی ۔ دوسری نشست رات کے وقت پشتو مشاعرے کے لیےمخصوص تھی ۔ ان حضرات کے علاوہ اس اجتماع میں حضرت بادشاہ گل صاحب فرزند حاجی صاحب ترنگزئی مفتی محمد نعیم صاحب نے بھی حاضرین سے خطاب کیا۔ اس سال دارالعلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل ۲۲ طلباء کی دستار بندی ہوئی۔

بروایت مولانا گل رحمان صاحب

ناظم دارالعلوم حقانیہ۔

تیسرا مگر سب سے بڑا پہلا اجتماع

دارالعلوم حقانیہ کا سب سے بڑا پہلا اجتماع ۲۷ ، ۲۸ مئی ۱۹۵۰ء کو اکوڑہ خٹک کے اس مقام پر ہوا جہاں آجکل عباس مارکیٹ واقع ہے۔ اس وقت یہ کشادہ میدان تھا۔

پہلی نشست ۲۷ مئی ۱۹۵۰ء کو بعد از دوپہر تا وقت عصر منعقد ہوئی۔ صدارت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب نے فرمائی ۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے تلاوت کلام پاک سے جلسے کا آغاز کیا۔ اس وقت آپ ۱۲ سال کے تھے ۔ تلاوت کلام پاک کے بعد بزرگوارم مولانا روح الامین صاحب نے پشتو میں خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ بعد ازاں اکوڑہ خٹک کے سادات خاندان کے چشم وچراغ جناب سید غلام علی شاہ صاحب نے سپاسنامہ پیش کیا۔ طلباء کی جانب سے جناب سید تقویم الحق صاحب نے عربی زبان میں سپاسنامہ پیش کیا ۔ بعد ازاں علاقہ خٹک کے خان اعلیٰ جناب محمد زمان خان خٹک مرحوم نے خطاب کیا۔ خطاب میں مقام جلسہ کے قریب واقع دو کنال زمین دارالعلوم حقانیہ کے لیے وقف کرنے کا اعلان کیا اور اس امید کا اظہار کیا کہ انشاءاللہ ایک نہ ایک روز اس مختصر سی آبادی کو مدینہ علم بننے کا شرف حاصل ہو گا۔

دوسری نشست ۔۔۔ اسی روز بعد از نماز عشاء پشتو مشاعرے کے لیے وقف تھی ۔ بعد از نماز عشاء مشاعرے کا آغاز ہوا۔ صدارت پشتو زبان کے مشہور شاعر اور ادیب اور دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن جناب عبدالخالق خلیق صاحب نے کی۔ مصرع طرح تھا۔۔۔۔ع۔۔۔۔۔۔

راشه چه په نور د قر آن ټول جهان روښانه کړو
(آؤ کہ نور قرآنی سے ساری دنیا کو منور کریں۔)

جن شعراء نے اس تاریخی مشاعرے میں شرکت کی۔ اور اپنے اشعار میں اس دینی مرکز اور اس کے بانی کو خراج عقیدت پیش کیا ان میں۔

(۱) صدر مشاعرہ جناب عبدالخالق خلیق مرحوم (۲) جناب شان گل استاد (ساکن زیارت کاکاصاحب) (۳) جناب سید غلام علی شاہ مظہر (ساکن اکوڑہ) (۴) جناب محمد اجمل خٹک (ساکن اکوڑہ) (۵) جناب عبدالوہاب شبنم مرحوم (ساکن جہانگیر) (۶) جناب محمد نواز خٹک مرحوم (ساکن شیدو) (۷) جناب فدا سرحدی (۸) جناب عبدالکبیر مرحوم (ساکن اکوڑہ) (۹) جناب عبدالجبار مضطر (ساکن اکوڑہ) (۱۰) جناب قاضی عبدالسلام مرحوم (ساکن زیارت ثم نوشہرہ) (۱۱) جناب تکریم الحق (روغ لیونے، ساکن زیارت) (۱۲) جناب رستم خان (۱۳) جناب حسین شاہ (۱۴) جناب سمندر خان سمندر مرحوم (ساکن بدرشی) (۱۵) جناب قاضی عبدالودود اسیر (ساکن اکوڑہ ثم پشاور) (۱۶) جناب عجیب الرحمان کسکر (ساکن اکوڑہ) (۱۷) جناب شیر علی خان ساکن خویشگی) (۱۸) جناب قمر (ساکن لوند خوڑ) (۱۹) جناب عبداللہ استاد مرحوم ساکن نوشہرہ) کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ رات گئے محفل مشاعرہ جاری رہی۔

تیسری نشست۔۔۔ تیسری نشست کا آغاز ۲۸،۵،۵۰، کو صبح تقریباً ۹ بجے ہوا۔ صدارت شیدو کے خانزادہ مولانا عبدالحق صاحب مرحوم فاضل امینیہ نے فرمائی۔ زروبئ کے ممتاز عالم دین مہربان محمد ابراہیم فانی کے والد ماجد صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے تلاوت کلام پاک سے تیسری نشست کا آغاز کیا۔

حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحب، حضرت مولانا مصلح الدین صاحب، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی صاحب، حضرت مولانا نورالحسن بخاری صاحب، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی نے مختلف اسلامی موضوعات پر حاضرین سے خطاب کیا۔ اس سال دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل ہونے والے ۲۴ طلباء کی دستار بندی ہوئی اور اسناد تقسیم کی گئیں۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم ربانی دارالعلوم حقانیہ نے اکوڑہ خٹک کے سجادہ نشین الحاج سید محمد کرم شاہ صاحب (المعروف بہ بادشاہ گل صاحب) سے دعا کی اپیل کی۔ دعا کے بعد یہ مبارک تقریب نماز ظہر سے کچھ پہلے اختتام پذیر ہوئی۔

<u>سفر حج</u>

حضرت شیخ ۱۹۵۲ء میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے تشریف لے گئے۔

<u>تقریب سنگ بنیاد دارالعلوم حقانیہ</u>

اس سے پیشتر کہ دارالعلوم حقانیہ کی موجودہ شاندار عمارت کے سنگ بنیاد کی تقریب کے

بارے میں کچھ عرض کیا جائے۔مناسب ہوگا کہ اس پیشگوئی کا ذکر کروں ۔ جو ۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء کو حضرت شاہ اسماعیل شہید نے سکھوں کے خلاف معرکے کے موقع پر اس مقام پر کی تھی۔جہاں آج دارالعلوم قائم ہے۔ آپ نے مجاہدین سے فرمایا کہ یہاں سے اپنے خیمے اکھاڑ کر مشرق کی جانب نصب کرو۔ کیونکہ مجھے اس مقام کی مٹی سے علم کی خوشبو آرہی ہے۔

۱۴ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۱۹۵۴ء اتوار کے دن عید گاہ اکوڑہ خٹک کے پاس جی ٹی روڈ کے شمالی کنارے پر ۱۲ کنال کے رقبے میں دارالعلوم حقانیہ کے لیےخصوصی عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں سنگ بنیاد کی تقریب بعد از نماز عصر ۵ بج کر ۳۵ منٹ پر منعقد ہوئی۔اس مختصر مگر اہم ترین تقریب مین بانی و مہتمم دارالعلوم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ نے اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا۔اس مبارک تقریب میں مجلس شوریٰ کے ارکان حافظ سید نور بادشاہ صاحب مرحوم،حاجی رحمان الدین صاحب مرحوم محمد حسین صاحب مرحوم حاجی غلام محمد صاحب مرحوم (ساکنان اکوڑہ خٹک) رئیس اعظم اکوڑہ، محمد اعظم خان خٹک مرحوم،شیخ میاں صاحب مرحوم،(ساکن چشمئی)،حاجی حبیب الرحمان صاحب (ساکن نوشہرہ)،حاجی شیر افضل خان صاحب مرحوم (بدرشی)اور علاقے کے دیگرمعززین موجود تھے۔ صاحبان ثروت نے ۵ ہزارروپے فی کس چندہ دینے کا اعلان کیا۔ جس سے دارالعلوم کے کمروں کی تعمیر کا آغاز ہوا۔(معلومات کی فراہمی میں قاضی علی اصغر صاحب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اکوڑہ خٹک کے جناب محمد زمان خان خٹک مرحوم،خان محمد اعظم خان مرحوم اور جناب محمد اسلم خان مرحوم کی جانب سے موقع پر ۵ ہزار روپے فی کس،خرچ کی ابتدائی رقم سے الگ الگ کمرے تعمیر کرنے کا اعلان کیا گیا۔

دارالحدیث یعنی ہال کی کمی تعمیر بھی سردست شروع ہوئی۔ ہال کی لمبائی ۵۰ فٹ اور ۲۰ فٹ تجویز کی گئی۔الحاج میر احمد گل صاحب (ساکن چشمئی) نے ہال کی تعمیر کا اعلان کیا۔جس اراضی میں دارالعلوم کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ کاغذات مال کی رو سے اس کے مالکان اور حصہ داران میں ملک محمد فرید خان،ملک محمد شریف خان، محمد اکبر،سید اکبر،پسران حنیف شاہ نعیم شاہ،حلیم شاہ،نورالبصر،خیر البشر ،شمس الرحمان پسران شمس القمر،رحمت اللہ وغیرہم مولانا روح الامین،حضرت امین،پسران سفید شاہ۔

نمبر ۳۶۴، ۳۶۳، ۳۶۲ میں شامل تھے۔ ۱۷،۱۰۵۳ کو ابتداء ۹ کنال ۱۱ مرلے زمین خریدی گئی۔ ۵۴، ۹، ۲۰ کو انتقال اراضی ہوا۔ خان عبدالخالق خان سب جج نوشہرہ کی عدالت میں کچھ عرصہ مقدمہ بھی جاری رہا۔

۵۵، ۳، ۱۱ کو ڈگری کا فیصلہ ہوا۔ مالکان اراضی کو ۲۲۵% روپے ادا کئے گئے۔ اگرچہ بقول حاجی عزیز اللہ (ساکن محلہ فرید خان) ان کے والد رحمۃ اللہ صاحب نے (ایک کنال زمین ابتداء دارالعلوم کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ سنگ بنیاد کی اس تقریب کے اعلان کے مطابق بعد ابتداء میں مندرجہ ذیل حضرات نے کمرے تعمیر کئے ہر کمرے پر اس کے بانی کا نام درج ہے۔

(۱) شیخ محمد شفیع صاحب لاہور
(۲) ملک محمد شریف صاحب پشاور
(۳) خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک اکوڑہ
(۴) الحاج شیر افضل خان صاحب بدرشی
(۵) الحاج محمد اعظم خان صاحب اکوڑہ
(۶) محمد اسلم خان صاحب آدم زئی
(۷) الحاج غلام سرور خان صاحب بدرشی
(۸) میاں رسول شاہ صاحب تربانو
(۹) الحاج میاں محمد اکرم شاہ صاحب زیارت کا کاصاحب
(۱۰) الحاج میر احمد گل صاحب چشمئی (نے دارالحدیث تعمیر کیا)
(۱۱) الحاج محمد اعظم خان خٹک نے سٹور کے علاوہ کمرہ ۱۲ بھی تعمیر کیا۔
(۱۲) شیر بہادر خان نرگس ہاؤس پشاور
(۱۳) میر حسن خان صاحب مانکی شریف
(۱۴) الحاج میاں کرم الٰہی صاحب پشاور
(۱۵) الحاج حبیب الرحمان صاحب نوشہرہ
(۱۶) پریمئیر شوگر ملز مردان
(۱۷) فرنٹئیر شوگر ملز تخت بھائی کے انتظامیہ نے بھی دو کمرے تعمیر کئے۔

دارالعلوم حقانیہ کے شاندار ہال کی تعمیر ماہر فن تعمیر فضل رحیم بن ژینور شاہ (محلہ عاذل ذات اکوڑہ) کے دست فنکارانہ سے ہوئی۔

جامع مسجد حقانیہ کی تقریب سنگ بنیاد۔

۲۲ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ کو دارلعلوم حقانیہ کے احاطے میں مغرب کی جانب ۲ کنال کے

رقبے میں جامع مسجد حقانیہ کی تعمیر کے سلسلے میں سنگ بنیاد رکھنے کی مبارک تقریب منعقد ہوئی۔سنگ بنیاد شیخ الحدیث نے اپنے دست مبارک سے رکھا۔ تجویز کیا گیا کہ مسجد کے ہال کی لمبائی ۸۰ فٹ اور چوڑائی ۴۰ فٹ ہوگی دیواروں کی تعمیر میں ۱۲ ہزار خشت استعمال کی گئی۔

۷ جولائی ۱۹۶۰ء کو صبح ۸ بجے سے رات ۱۲ بجے تک مسجد کی چھت پر لنٹر ڈالا گیا۔ کنکریٹ کی پہلی بالٹی شیخ الحدیث نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر ڈالی۔چھت پر ۲۵۰ بوری سیمنٹ صرف ہوئی۔ مستری عزیزالدین مہاجر (المتوفی ۷۷،۶،۱۹) تعمیر کے کام کے نگران تھے کوہاٹ کے ایک ماہر مستری عبدالرشید مرحوم نے اپنے چار بیٹوں کے تعاون سے تعمیر کا کام چار سال میں مکمل کیا۔ مسجد کے لیے ۵ دختر بن سعید خان نے اپنے حصے کی زمین وقف کر رکھی تھی۔زمین کا خسرہ نمبر ۲۶۱ تھا۔

دارالحفظ والتجوید

۱۴۰۱ھ میں حضرت شیخ کی ایک بڑی آرزو دارالعلوم کے اس اہم شعبے کے قیام سے پوری ہوئی۔ اس کی اول منزل خوبصورت عمارت کی شکل میں ۱۴۰۱ھ میں اور دوسری منزل ۱۴۰۶ھ میں تعمیر ہوئی اس وقت اس میں ڈھائی سو کمسن بچے (۵ سال کی عمر سے ۱۲ سال کی عمر تک) حفظ القرآن میں مصروف ہیں۔ اب تک سینکڑوں بچے یہاں سے حفظ القرآن کے بعد فارغ ہو چکے ہیں۔ حفظ کے ساتھ ساتھ یہاں تجوید کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ دور دور علاقوں کے بچے یہاں حفظ القرآن کے لیے آتے ہیں جن کے وطعام کا بندوبست دارالعلوم حقانیہ کے ذمے ہیں۔اب تقریباً ۲۰ بچے اکوڑہ خٹک کے یہاں سے فارغ ہو چکے ہیں۔اس وقت اساتذہ کی تعداد ۶ ہے۔مولانا حافظ شوکت علی صاحب اس کے نگران ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ ۱۹۹۲ء میں

راقم الحروف نے جہاں دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی دور کے بارے میں قارئین کرام کی خدمت میں مختصر طور پر معلومات فراہم کرنے کی سعی ناتمام کی ہے۔ وہاں مناسب ہوتا ہے کہ اس کے موجودہ دور کا بھی سرسری خاکہ پیش کیا جائے تاکہ قارئین کرام اس دینی درسگاہ کی تیز رفتار ترقی کا اندازہ لگا سکیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں ۱۳۶۶ھ سے ۱۴۱۲ھ تک تمام تفصیلات انشاء اللہ تاریخ اکوڑہ میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

موجودہ اساتذہ کرام

(۱) مولانا مفتی محمد فرید صاحب۔

(۲) مولانا سمیع الحق صاحب۔

(۳) مولانا مغفور اللہ صاحب۔

(۴) مولانا فضل الٰہی صاحب۔

(۵) مولانا عبدالحلیم صاحب۔

(۶) مولانا حافظ انوار الحق صاحب۔

(۷) مولانا مفتی غلام الرحمان صاحب۔

(۸) مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب۔

(۹) مولانا مفتی سیف اللہ صاحب۔

(۱۰) مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب۔

(۱۱) مولانا مفتی رشید احمد صاحب۔

(۱۲) مولانا حافظ شوکت علی صاحب۔

(۱۳) مولانا سر تاج الدین صاحب۔

(۱۴) مولانا یوسف شاہ صاحب۔

(۱۵) مولانا حامد الحق صاحب۔

یاد رہے کہ ۱۳۶۶ھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اس نئی درسگاہ کے واحد مدرس تھے۔ ۱۳۶۷ھ میں اساتذہ کی تعداد پانچ ہوئی۔

اساتذہ حفظ و تجوید۔۔ مولانا شوکت علی جو درس نظامی کی بعض کتب بھی پڑھاتے ہیں سیریل ۱۲ پر درج ہیں۔

(۱۶) حافظ محمد ابراہیم صاحب۔

(۱۷) حافظ محمد رمضان صاحب

(۱۸) حافظ عبدالرحمان صاحب

(۱۹) حافظ ذاکراللہ صاحب

(۲۰) حافظ سر تاج الدین صاحب

(۲۱) حافظ حمید الحق صاحب

مدرسہ تعلیم القرآن کے اساتذہ کرام کی تعداد ۱۳ ہے۔ جناب عبدالرحمان صاحب سکول کے پرنسپل ہیں۔ طلباء کی موجودہ تعداد درس نظامی کے مختلف درجوں میں اس وقت ۸۱۶ طلباء زیر تعلیم ہیں۔

حفظ و تجوید میں ۲۵۰ طلباء اور مدرسہ تعلیم القرآن میں ۱۰۰۰ طلباء داخل ہیں کل طلباء ۲۰۶۶ جب کہ اس دینی درسگاہ کی ابتداء میں کل ۸ طلباء داخل تھے۔

اخراجات کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ۶۸ / ۱۳۶۷ھ میں دارالعلوم حقانیہ کے کل اخراجات ۳۰۔ ۶۰۶۴۵ روپے تھے۔ ۱۴۱۱ھ میں یہ اخراجات۔ / ۲۲،۷۶،۰۷۵ روپے تھے۔

جب دارالعلوم حقانیہ مسجد سے مدرسہ میں منتقل ہوا

(اس وقت کی روح پرور تقریب کی اجمالی روئیداد حضرت مولانا سمیع الحق نے ۱۶ ، ۱۷ برس کی عمر میں اپنی ذاتی ڈائری میں لکھی تھی جسے اس وقت کے الفاظ میں من وعن نذر قارئین کیا جارہا ہے۔)

اس خلاق علیم وخدائے خبیر وتوانا کا کس زبان اور کس لہجہ اور کس ذریعہ سے شکریہ ادا کیا جائے۔ جس نے اپنے احسانات اور اسباغ انعام کی بارش برسا کر آج اگر ہم اپنی قسمت پر جتنا رشک جتنا غبطہ اور جتنا فخر کریں ہم حق بجانب ہیں۔ آج کا دن دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ میں ایک مقدس اور مبارک دن ہے یہ دن اور اس کامبارک تذکار تاریخ اسلام میں انشاء اللہ تعالیٰ آب زر سے نمایاں حروف میں لکھا جائے گا۔ دارالعلوم کے علوم درجال سے کائنات علم کی تخلیق وتدوین ہوگی درالعلوم سے جہالت اور گمراہی کی وادیاں لالہ زاروں میں تبدیل ہوجائیں گی اس کی ضیاء پاشیوں سے ظلمت کدہ کفر والحاد جگمگا اٹھیں گے۔ جمعرات کا وہ مقدس دن ایسے مبارک دن کا طلوع ہے۔ جس کے انتظار میں راتیں اور طویل ساعات عمر کروٹیں لیتے لیتے بسر کردی گئی تھیں۔ آج کا دن دارالعلوم کے مخلص دردمند اراکین ومعاونین کی وہ خوابی عمارت جنہیں ان حضرات نے خلوص، ایثار، قربانی اور للہیت کے چونے اور گارے سے کھڑا کردیا تھا۔ عالم وجود میں ظاہر ہوئی۔ ان کی دیرینہ آرزوئیں پوری ہوئیں ان کے ولولے اور دیرینہ تمنائیں ظاہر ہونے لگیں ان کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ اور

ان الفضل بیداللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

کیا فائدہ فکر بیش وکم ہے ہوگا ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہوگا

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

اے خداوند قدوس، قلوب واسرار کے مالک تو ہماری نیتوں کو اپنے لیے خالص وصاف کردے تو دارالعلوم کی تعمیر کو اخلاص وجہاد۔ نیت وعمل کا سیسہ پلادے۔

مجلس شوریٰ دارلعلوم حقانیہ کے اجلاس ۱۶ ستمبر ء کے متفقہ فیصلہ کے مطابق آج بروز جمعرات دارالعلوم حقانیہ کو جدید زیر تعمیر عمارت (برلب جی ٹی روڈ) میں منتقل کردیا گیا۔ جمعرات کے دن اس نقل مکانی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت اور طریقہ حب الخروج یوم الخمیس کا اتباع بھی نصیب ہوا جسے کعب بن مالک نے اپنی روایت میں اشارہ فرمایا ہے ارشاد ہے کہ

ان النبی خرج یوم الخمیس فی غزوۃ تبوک و کان یحب ان یخرج یوم الخمیس۔

یعنی تبوک جیسے مہتمم بالشان اور عظیم واقعہ کے لیے جمعرات کے دن نکلنا کوئی اتفاقی واقعہ نہیں تھا۔ بلکہ نبی کریم کی ارادی اور قصدی طور پر یہ خواہش اور محبت تھی کہ اس اہم واقعہ کے لیے جمعرات کے دن سفر کیا جائے تو قوم وملت کی صحیح اسلامی اور دینی ضروریات پوری کرنے والے اس عظیم دینی کارخانے کے لیے ایسی سعادت حاصل نہ کرنا اور اسے ترک کرنا کیوں گوارا ہوسکتا جمعرات کے دن بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے والے اعمال صالحہ میں یہ کیسے ہوسکتا کہ ایسا عظیم اور اہم اور "العمل الصالح" تعلیم الکتاب والسنۃ واصلاح الناس والمسلمین شامل نہ ہو۔

سنت نبوی کا اتباع کرتے ہوئے جمعرات کے دن یہ دارالعلوم دار غربت اور مرکز البرکۃ اور منشاء علم وعرفان احاطہ قدیم (مسجد شیخ الحدیث) سے منتقل ہو کر اس عظیم انعام خداوندی ۔ انعام مجسم میں مصروف علم وعمل ہوا۔ ابتداء میں ختم کلام پاک کیا گیا۔ تاکہ یہ سعادت عظمیٰ ہاتھ سے کیوں جانے دیا جائے ختم کلام پاک کے بعد سب طلباء مشرقی درسگاہوں کے دالان میں جمع ہوئے دارالعلوم کے بانی اور روح رواں حضرت والد ماجد نے مبسوط تقریر کی طلباء کو اپنے دل کے ولولے اور آرزوئیں ظاہر کرتے ہوئے نصائح وہدایات پر مشتمل تقریر کی آپ نے تقریر شروع کرتے ہوئے جیسا کہ چاہیے تھا فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سب سے پہلے اس مالک الملک کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں انسان پیدا فرمایا اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو ہم کہیں گندگی کے کیڑے یا مچھر وغیرہ ہوتے یا کہیں کے حیوانات و جمادات ہوتے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ احسان عظیم کہ ہمیں انسان کے اشرف گروہ بہترین جماعت میں منتخب کیا رسول اقدس کا ارشاد ہے کہ من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ہمیں قوم کی امامت وہدایت کا مقام بلند عطا فرمایا گیا۔ آج ہم ناچیزوں پر ان کا ایک عظیم اور تازہ احسان دارالعلوم حقانیہ کی اس عظیم بلڈنگ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے ورنہ ہم کیا ہیں ہماری حیثیت کیا ہے ان گوناگون اور چند در چند نعمتوں اور حیثیتوں کا تقاضا ہے کہ ہم استقامت عزم وصبر کے پیکر ہوں۔ ہر قسم کی تکالیف ومصائب برداشت کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل

علم دین کے طالب العلموں اور اہل علم پر تکالیف آلام غربت وافلاس کا آنا ان کے تصلب فی الدین اور مضبوطی کی دلیل ہے آج سے قبل ہمارا نظام تعلیم اور زندگی ایک مختصر مسجد میں تھی خداوند کریم اس کے بانیوں کو جزائے خیر عطا فرماوے میں کبھی کبھی سوچا کرتا ہوں کہ یا اللہ اس مسجد (یعنی مسجد گلے زئی) کے بانیوں میں کون سا اخلاص اور خلوص عمل تھا کہ قیام دارالعلوم کے بعد ۹ سال اور تقسیم سے قبل میرے ساتھ تقریباً دس سال اس میں باقاعدہ درس کا سلسلہ جاری ہوا اور کم از کم اس ۱۱ ۔ ۱۲ سال کی مدت میں یہاں ہزاروں افراد علم دین کی نعمت سے سرشار ہوئے اس کا اجر ان کے

عمل ناموں میں لکھا جائے گا۔

قیام دارالعلوم سے ہمارے ارادے یہ تھے کہ دارالعلوم حقانیہ
اپنے پیش رو دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر چلے خداوند کریم
کا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے اکابر کے اتباع کا
شرف تکوینی اور غیر اختیاری امور میں بھی دے دیا۔

دارالعلوم دیوبند کی ابتداء بھی ایک مسجد میں ہوئی اللہ نے ہمیں یہ فخر دیا کہ دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد اور ابتداء بھی مسجد سے ہوئی آج مسجد چھتہ دنیا میں تاریخی حیثیت اور عظیم شرف و عظمت کی حامل ہے ہم سوچتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں کیوں اتنا شرف عطا فرمایا ہم تو کسی چیز کے قابل نہیں ہیں ہم نے دین کی کیا خدمت کی۔" (اس کے بعد حضرت والد صاحب نے ہر قسم کے آلام و مصائب اور علم دین کے راہ میں تکالیف برداشت کرنے کی تلقین کی اور فرمایا۔) "حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی جب دہلی میں پڑھتے تھے تو رات کے وقت دکانداروں کے دکان بند کرنے کے بعد یہ حضرات سڑی ہوئی سبزیوں وغیرہ کے پتوں کو اٹھا لاتے اور اسے پکا کر کھاتے ایسے طریقوں سے انہوں نے علم حاصل کیا میں جب نیا نیا دیوبند پڑھنے گیا۔ تو رمضان کی تعطیل ہونے کے بعد میں نے کہا یہ دو مہینے کیوں ضائع ہوں اس لیے دہلی گیا۔ تصدیقات سلم پڑھنے کے لیے، والد صاحب مرحوم اگرچہ باقاعدہ خرچہ ارسال کرتے پھر بھی دو تین میل جانا پڑتا اور روٹی حاصل کرنے کے لیے تکالیف برداشت کیں۔ اسی طرح ہم ایک دفعہ "نوی کلی" مقام میں ملا حسن پڑھنے کے لیے مقیم ہوئے۔ رمضان کا مہینہ آیا۔ محلہ والے بڑے بڑے لوگ جمع ہوئے کہ مسجد میں طلبہ ہیں ان کیلئے روٹی و سالن کا بندوبست کیا جائے فیصلہ یہ ہوا کہ بھینس والا صاحب آدھ سیر لسی اور گائے والا ایک پاؤ لسی سحری اور شام کے وقت لایا کرے۔ چنانچہ ہم لسی پر گذارا کرتے رہے اور روزے رکھتے رہے آپ کو بھی چاہیے کہ ہر قسم کی تکالیف برداشت کریں۔ اب تو بحمد اللہ آپ کو کسی قسم کے اخراجات اور تکالیف بھی برداشت نہیں کرنے پڑتے۔ سرکاری اداروں اور سکولوں میں سینکڑوں روپے کی لاگت کے علاوہ ہر افسر و استاد کی سلامی اور چاپلوسی علیحدہ کرنی پڑتی ہے اسی لیے ہی، ہر حال میں شاکر و صابر رہنا چاہیے۔ اس کے بعد آپ نے معاونین و اراکین کے لیے دعا کی اور اسباق باقاعدہ شروع کر دئیے گئے۔ درسگاہوں کی تقسیم قرعہ اندازی کے ذریعے ہوئی۔ (ذاتی ڈائیری)

دارالعلوم دیوبند میں دارالعلوم حقانیہ اور مولانا عبدالحق کیلئے دعائیں

حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب دیروی ساکن اوچ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھارت جو وہاں سے تعطیل پر آئے تھے اور واپسی میں یہاں دارالعلوم حقانیہ میں اترے انہوں نے واقعہ بیان

باقی ص ۲۳

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ عبداللہ الزائد

مرکز علم دارالعلوم حقانیہ میں

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر باربار شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو والدی الکریم کہہ کر پکارتے رہے باربار پیشانی کو چومنے کی سعی کرتے رہے۔

۲۹ نومبر ۱۹۸۱ اتوار کا دن دارالعلوم حقانیہ کے لیے مسرتوں کا دن تھا۔ کہ اس دن مرکز اسلام مدینہ طیبہ کے ممتاز تعلیمی ادارہ جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے سربراہ اور برگزیدہ شخصیت شیخ عبداللہ الزائد حفظ اللہ نے دارالعلوم کو اپنے قدوم میمنت سے نوازا۔ کئی دن سے شیخ الجامعہ کی آمد آمد کا غلغلہ تھا اور تمام اساتذہ وطلبہ چشم براہ تھے۔ شیخ الجامعہ کی آمد سے قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے ایک خصوصی اجتماع میں طلبہ کو مدینہ طیبہ کے ضیف مکرم کی آمد کا مژدہ سنایا تھا۔ اور یہ کہ علم و عمل ہر لحاظ سے قابل احترام مہمان کے لیے دیدہ ودل فرش راہ کیے جائیں۔ معزز مہمان کی آمد کا وقت ایک بجے دوپہر طے شدہ تھا۔ مگر زہے نصیب کہ شیخ موصوف پروگرام سے دو ڈھائی گھنٹے قبل اچانک دارالعلوم پہنچ گئے ابھی استقبال کی تیاری جاری تھی اور طلباء اسباق میں مصروف تھے۔ تاہم مہمانوں کی آمد پر طلباء نے حضرت شیخ الحدیث کی قیادت میں پرجوش خیر مقدم کیا۔ کچھ دیر دفتر اہتمام میں آرام فرما کر استراحت کے لیے احقر کے غریب خانہ پر تشریف لے گئے، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ آرام فرمایا اور دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد حضرت شیخ الحدیث کی معیت میں جامع مسجد دارالعلوم تشریف لائے مسجد مشتاقین دید سے بھری ہوئی تھی، شیخ مکرم کی اقتداء میں نماز ظہر ادا ہوئی نماز ظہر کے بعد معزز مہمان ترحیبی میں جانے سے قبل دارالعلوم کا معائنہ کرنا تھا، مسجد سے سیدھے دارالعلوم کے ابتدائی شعبہ تعلیم القرآن مڈل سکول جانا ہوا۔ اسی دوران طلبہ دارالعلوم، اساتذہ اور علماء دورویہ قطاروں میں کھڑے ترحیبی نعروں سے مہمان مدینہ کا گرمجوشی سے خیر مقدم کرتے رہے۔ سید اسید مرحبا مرحبا، عاش الجامعة الاسلامية والجامعة الحقانيه ، عاش المملكة العربية السعودية، عاش الصالات العلم والدين بننيا وبينكم کے نعروں سے دارالعلوم کے درودیوار گونج رہے تھے۔

شعبہ تعلیم القرآن میں تقریباً سات سو زیر تعلیم بچوں نے اساتذہ و ہیڈ ماسٹر صاحب کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں گارڈ آف آنر پیش کیا۔ عربی اردو ترانے پڑھنے اور عربی سپانامہ کے بعد عربی میں طلبہ نے مکالمات سنائے، شیخ موصوف معصوم بچوں کے نظم وضبط اور دینی معلومات سے بیحد متاثر دکھائی دے رہے تھے۔ واپسی میں آپ نے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا فرمائی اور شکریہ ادا کیا۔ یہاں سے آپ استقبالیہ قطاروں کے گھیرے میں کتب خانہ دارالعلوم دیکھنے گئے۔ اور کتب خانہ کا کچھ دیر معائنہ کیا، یہاں سے دفتر الحق میں فروکش ہوئے جہاں احقر نے الحق اور موتمر المصنفین کی مطبوعات کا تعارف کرایا، الحق کے کچھ مجلات اور مطبوعات موتمر کے مکمل سیٹ شیخ موصوف اور ان کے رفقاء کو پیش کیے گئے۔

نماز ظہر سے قبل آپ نے دارالعلوم کے دارالحفظ والتجوید کی جدید پرشکوہ عمارت اور زیر تعمیر ہاسٹل کا بھی معائنہ کیا اور بار بار واللہ انہا جہود عظیمۃ جیسے کلمات سے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

دارالتدریس کی درسگاہوں کو سرسری نظر سے دیکھنے کے بعد استقبالیہ تقریب میں جلوہ افروز ہوئے۔ دارالحدیث سے باہر دارالعلوم کے صحن میں پنڈال بنایا گیا تھا اور سٹیج پر چند حضرات کی نشست کا انتظام تھا۔ شیخ نے سٹیج پر قدم رکھا تو ایک بار پھر دارالعلوم کا صحن طلباء اور علماء کے مجمع سے بھرا ہوا تھا۔ تقریب کا آغاز دارالعلوم کے ایک جید قاری صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد احقر نے دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ اور حضرت شیخ الحدیث کی طرف سے عربی میں مبسوط سپاسنامہ پیش کیا، جس میں جامعہ اسلامیہ اور مملکت عربیہ سعودیہ کے اسلام اور علوم اسلام کے لیے لازوال مساعی جمیلہ پر شکریہ ادا کیا گیا تھا۔ اس کے بعد برصغیر میں انگریزی سامراج کی آمد، دینی علوم کی نشر واشاعت کا نظام درہم برہم ہوجانے اور اہل اخلاص علماء کے مدارس طلبہ کا انتظام کرنے کا ذکر تھا۔ نیز یہ کہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے تعلیمی مرکز دارالعلوم دیوبند کے سلسلہ سند وتلمذ کن اساتذہ ورجال سے چلا ہے۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ اور ان کے تلامذہ واخلاف سے لے کر حضرت نانوتوی اور اس کے بعد مشاہیر علم وفضل کی قومی دینی وعلمی خدمات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

سپاسنامہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت کے لیے ان حضرات اور ان کے مدارس کے جہود مبارکہ کا بھی ذکر تھا کہ اس سے قبل ہندوستان کی تعلیمی وتدریسی پرواز صرف فقہی کتابوں تک تھی۔ ان اکابر ہی سے حقیقت میں برصغیر کا گوشہ گوشہ حدیث رسول کی اشاعت اور سنت نبوی کے فروغ سے منور ہوا۔ اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس سے لے کر اب تک اس کی ہمہ گیر سرگرمیوں، خدمات، شعبوں کے تعارف، تلامذہ اور فضلاء کے فروغ دین کے لیے مساعی کا تفصیلی ذکر تھا، اور یہ کہ دارالعلوم حقانیہ کو آپ کے مادی تعاون کی نہیں بلکہ علمی وتعلیمی میدانوں میں اشتراک سندات کے معادلۃ اور اس کی علمی حیثیت کے اعتراف کی توقع ہے۔

سپاسنامہ کے جواب میں شیخ عبداللہ الزائد نے نہایت پردرد عالمانہ خطاب فرمایا جس میں دارالعلوم

کی تائید و تحسین، اہل علم کے باہمی اتحاد، دعوت و تبلیغ اور جہاد افغانستان کے لیے استعداد جیسے اہم مسائل پر روشنی پڑتی تھی۔ تقریر کے اختتام پر معزز مہمان نے دارالعلوم حقانیہ کی علمی خدمات اعتراف کے طور پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی طرف سے پچاس ہزار روپیہ امداد کا بھی اعلان فرمایا اور عربی اساتذہ کی بھی پیش کش فرمائی۔ شیخ مکرم کے وقیع خطاب کے بعد ان کے رفیق سفر (جو وفاق المدارس کی نمائندگی کر رہے تھے) جناب ڈاکٹر استاد عبدالرزاق سکندر جامعۃ العلوم نیو ٹاؤن نے تقریر کی۔ اردو میں ترجمانی کی۔ اختتام میں احقر نے شیخ موصوف کا اس گراں قدر امداد پر شکریہ ادا کیا۔ تقریب کے بعد دارالعلوم کے طلبہ کے لیے ایک ہاسٹل کا سنگ بنیاد رکھوانے کا پروگرام تھا۔ دارالحدیث کے دائیں جانب بالائی حصہ پر ایک دارالاقامۃ شاہ اسماعیل شہید کے نام پر منسوب مکمل ہوچکا ہے۔ بائیں جانب سید احمد شہید قدس سرہ کے نام پر دارالاقامہ کی تعمیر زیر غور ہے۔ کچھ عرصہ قبل عالم اسلام کی ممتاز شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے اس عمارت کی پہلی اینٹ اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی۔ مگر تعمیر کا کام تا حال شروع نہیں ہوسکا۔ آج کے معزز مہمان شیخ عبداللہ الزائد نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسی اینٹ کے ساتھ دوسری اینٹ رکھی اور اس طرح عرب و عجم کے اس قرآن السعدین کی شکل میں یہ مبارک بنیاد رکھی گئی۔ شیخ الزائد نے جس امداد کا اعلان فرمایا وہ بھی اسی عمارت کی مد میں خرچ کی جائے گی۔ تقریب تاسیس کے بعد معزز مہمان جامع مسجد دارالعلوم گئے اور نماز عصر کی امامت فرمائی۔

عصر کے بعد معزز مہمان کو طلبہ نے بادیدہ پرنم الوداع کہا اور آپ پشاور تشریف لے گئے۔

شیخ محترم کے ساتھ اس دورہ میں ان کے معزز رفقاء القاری المقرئی عبدالقوی استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، محترم و مکرم مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب فیصل آبادی محترم و مکرم جناب میاں فضل حق صاحب امیر جماعت اہلحدیث پاکستان اور ہمارے محترم فاضل دوست مولانا عبدالرزاق سکندر کراچی بھی شریک تھے۔ الحمد للہ کہ وسائل کی کمی، ہر طرح بے ربطی و فساد کے باوجود معزز مہمان نے خوشگوار ثرات لیے جس کا بعد میں آمدہ اطلاعات سے پتہ چلا کہ وہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے سب سے بڑھ کر اس دورہ میں متاثر ہوئے۔ حضرت سے تو ان کی وابستگی اور مناسب کا یہ حال ہوا کہ یہاں دوران قیام وہ بار بار حضرت شیخ الحدیث کو والدی الکریم کہہ کر پکارتے رہے اور بار بار پیشانی کو چومنے کی سعی کرتے رہے۔

بہر حال برگزیدہ مہمان کا یہ دورہ دو علمی و دینی اداروں کے مابین گہرے علمی اور ثقافتی روابط کا ذریعہ بنا اور مرکز اسلام سے دارالعلوم حقانیہ کو قوی سے قوی نسبتوں کا شرف حاصل ہوا۔

الشیخ عبداللہ الزائد کی تقریر کا اقتباس

فضیلۃ الشیخ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ اس نے ملاقات کے لیے موقع عطا فرمایا، اس مبارک ادارہ دارالعلوم حقانیہ کو دیکھنے کے لیے جو کہ اس شہر میں واقعہ ہے۔

امت اسلامیہ پر ان مدارس کا قیام اور ان کا انتظام چلانے والوں کی عزت افزائی لازم ہے کیونکہ ان مدارس کا قیام مہمات دینیہ کے پیش نظر ہوتا ہے، اس جیسے اداروں میں پاکستانی قوم کی بقا مضمر ہے۔ کیونکہ صحت عقیدہ اور اخلاقی اقدار کی نشوونما اس میں ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے چلانے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہمارے والد مکرم فضیلۃ الشیخ عبدالحق نے اس پاکیزہ مدرسہ جس کی بنیاد انہوں نے دارالعلوم دیوبند (ہند) کے مسلک و نہج پر رکھی۔ اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مدارس اور ان کے معاونین پر برکتیں نازل فرمائے تاکہ یہ مدارس اپنی دعوت اور پیغام کو بحسن وخوبی انجام دیں۔

محترم بھائیو اور دوستو! آپ پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ آپ ایسی سرحد پر واقع ہیں جس کے ارد گرد دشمنان اسلام ہیں جو ہر وقت اس سوچ میں ہیں کہ ہم افغانستان میں اپنے اڈے بنا کر اسلامی ملکوں کو ہضم کر سکیں اور وہ اس وقت مسلمانوں کے بہت بڑے قیمتی حصہ پر قابض ہیں۔ ایک تو ان کے توسیع پسندانہ عزائم کی وجہ سے اور دوسرے خود مسلمانوں کے مابین اختلاف کی خلیج کے باعث یہ نقشہ سامنے آیا ہے ------------- اور آخر میں مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ جامعہ اسلامیہ اور جامعہ حقانیہ کے درمیان ایسا اٹوٹ رابطہ ہے کہ وہ محتاج بیان نہیں۔ اسلام نے اس تعلق کو مضبوط کیا ہے۔ اور ان دونوں کا منہج ودعوت ایک ہے دونوں کا ایک ہی صحیح عقیدہ ہے۔ تو یہ تعلق اقویٰ اور مستحکم ہے اور مجھے اس بات سے بھی خوشی ہے۔ کہ معادلہ انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا، تو یہ جامعہ اسلامیہ کے لیے شرف عظیم ہوگا کہ وہ جامعہ حقانیہ کے فضلاء کو قبول کرے۔ اور مجھے خوشی ہے کہ جامعہ اسلامیہ کی طرف سے جامعہ حقانیہ کو ان خدمات جلیلہ پر پچاس ہزار روپے میاں فضل حق صاحب ادا کریں گے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بقیہ ص ۳۹

نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے بے مثل طرز بیان کی خوشبو مہک رہی تھی۔

اہل اسلام نے جس عشق و محبت سے ہمہ تن گوش ہو کر انسان کی حقیقت خلافت اور اس کے مقام کے بارہ میں حضرت کے ارشادات کو سنا اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ خوش قسمت تھے وہ تیس فارغ التحصیل علماء کرام جن کی دستار بندی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب، حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے بنفس نفیس حصہ لیا۔

ان حضرات نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی سربفلک عمارت کے پاس جامع مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔ حضرت قاری صاحب موصوف نے دوسرے مدرسہ جامعہ اسلامیہ کی دعوت پر وہاں بھی قدم رنجہ فرمانا منظور کر کے وہاں کے طلباء کو بھی مخصوص نصائح سے سرفراز فرمایا۔ اہل ملک دارالعلوم حقانیہ کے ارباب بست و کشاد اور خاص کر حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم کے شاکر ہیں کہ انہوں نے سارے صوبہ میں درس علوم کے فرض کفایہ کو بوجوہ اتم ادا فرمایا اور حضرت قاری صاحب کو لا کر تمام ملک پر احسان عظیم کیا ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کو اسی طرح خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

پاکستان میں دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مفکر اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کی ۳۴ سال قبل کی تحریر

دارالعلوم دیوبند ایشیاء میں واحد اسلامی یونیورسٹی ہے جو ایک صدی سے عرب و عجم کے تشنگان علوم ومعارف کو سیراب کرتی ہے۔ وہ اپنی بعض خصوصیات میں مصر کے جامعہ ازہر پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔

دہلی سے لے کر کلکتہ تک اس کی شاخیں فریضہ تدریس وتبلیغ میں مصروف ہیں۔ روس کابل، قبائل، سرحد، بلوچستان، بخارا، تاشقند، شام وعراق، یوپی، بنگال مدراس اور بمبئی کے طالبان علوم اسلامیہ کثیر تعداد میں یہاں آکر مستفید ہوتے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان بن گیا۔ اور پاکستان نیز ملحقہ اوطان و قبائل کے پیاسوں کو دارالعلوم دیوبند اور دہلی وغیرہ سے تفسیر وحدیث کے آب زمزم سے پیاس بجھانے کی راہ میں دشواریاں حائل ہوگئیں۔ اور دینی تڑپ رکھنے والے بزرگوں کو بڑی فکر دامنگیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ان کی سن لی اور سابق صوبہ سرحد اور ملحقہ اوطان وقبائل کے دیندار مسلمانوں کے لئے دینی تعلیم کا بہترین انتظام فرمایا۔ یہاں تک کہ اگر اس خطہ کے لوگ علوم عربیہ قانون اسلامیہ اور معارف دینیہ میں درجہ کامل کی بھی خواہش رکھیں ان کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کفایت کرتا ہے، اللہ جزائے خیر دے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کو جس نے دارالعلوم حقانیہ کو ایک کامیاب یونیورسٹی کے مقام تک تھوڑے عرصے میں پہنچادیا۔ دارالعلوم حقانیہ ایک جامع اور عظیم اسلامی درسگاہ ہونے کے سوا یہ خصوصیت رکھتا ہے۔ کہ اس نے تمام سرحدی ممالک میں اسلامی مدارس کے لیے شاہراہ بنادی ہے۔ اس دارالعلوم کے بعد اس کے شاگردوں اور متوسلوں نے ملک بھر میں سینکڑوں عربی مدرسے بنا کر ملک بھر کو قرآن وحدیث سے سیراب کرنا شروع کردیا ہے اس کی شاندار عمارت اس کے لائق اساتذہ اور اس کے ہزاروں طالب علموں اور بہترین دیانتدار ارباب اہتمام نے تمام ملک کو اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے۔

اس سال اس کی دعوت اور کوشش سے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے قدوم میمنت لزوم فرما کر دارالعلوم حقانیہ کی عزت وشہرت کو چار چاند لگادئے۔ دارالعلوم کے سالانہ اجلاس میں حضرت قاری صاحب موصوف کی تقریر سننے اور ان کا دیدار کرنے کے لیے دور ونزدیک کے لاتعداد علماء کرام اور دوسرے عوام کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ چنانچہ ۱۱ اکتوبر ۵۷ء کو رات کے ۱۲ بجے تک آپ کی بہترین تقریر جس کے ایک ایک جملے سے حضرت خاتم المتکلمین مولانا محمد قاسم صاحب

بقیہ ص ۳۸

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی روحانی برکات

دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت وخدمات

دارالعلوم حقانیہ میں ختم تفسیر کی ایک تقریب سے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے خلیفہ اجل حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ کے ارشادات کے آئینہ میں

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ اٹک شہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید اور صحبت کی برکتیں --- میں تو اس قابل نہیں کہ آپ کی خدمت میں کچھ عرض کروں، آپ سب عالم دین ہیں آپ نے حقانیہ میں زیادہ یا کم وقت گذارا ہے۔ میرا اپنا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دینی محفل یا عالم باعمل کی مجلس میں ایک لحظہ بھی بیٹھے تو بہت برکتیں حاصل کرے گا۔ پھر مستقل طور پر تعلیم حاصل کرنا یا سبق پڑھنا یا زیادہ مدت ٹھہرنا تو بہت بڑی چیز ہے۔ صرف اس ادارہ دارالعلوم حقانیہ میں حسن نیت سے قدم رکھے یہاں کے علماء کی زیارت کرے یہ بھی ایک عظیم نعمت ہے جس کا نعم البدل اس دنیا میں نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسے صحابہ کرام بھی ہیں جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ساٹھ سال تک نصیب ہوئی، کچھ ایسے بھی ہیں جن کو دس سال تک خدمت اقدس میں حاضری کا موقع ملا، جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کچھ ایسے بھی ہیں۔ کہ ایک منٹ سے کم دربار اقدس میں حاضری کا موقع ملا ہے، صرف کلمہ پڑھا اور دنیا سے رخصت ہو گئے، ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ جنتی ہیں۔

مرکز علم دارالعلوم حقانیہ --- دارالعلوم حقانیہ ایک ایسا علمی مرکز ہے کہ اس کی توصیف میں میرے لیے لب کشائی مشکل ہے۔ کیونکہ علم کا مقام خدمات اور اس کی اشاعت اور اس کی عظمت کے بارے میں کچھ کہنا بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ الفاظ یا معانی کی تعبیر کے اندر معمولی سی غلطی بھی ہو جائے تو میرا یہ نظریہ ہے کہ میرے لیے باعث نقصان ہے۔

یہ ایک بہت بڑا مقام ہے اور ایک عظیم نعمت ہے۔ اس نعمت کی قدر ان سے پوچھو جو اس سے محروم ہیں۔ اب جو لوگ دنیا سے چلے گئے۔ مثلاً ہمارے اساتذہ کرام! جس زمانہ میں ہم دیوبند میں تھے، ان میں سے اب کوئی بھی زندہ نہیں۔ اب لوگ تمنا اور آرزو رکھتے ہیں کہ ان حضرات کو دیکھیں، اب یہ آرزو ثواب تو ہے لیکن وہ شے (سلف صالحین کی ملاقات واستفادہ) تو ہاتھ سے چلی گئی۔

امام احمد بن حنبل بایزید بسطامی ابن سینا اور امام رازی کی ملاقات --- دارالعلوم دیوبند میں ہم سے یا

ہمارے دوستوں سے اگر کوئی پوچھتا یا اب بھی کوئی پوچھے کہ آپ امام احمد بن حنبل کو دیکھا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ہاں! میں نے دیکھا ہے، مولانا حسین احمد مدنی امام احمد بن حنبل کا عکس جمیل تھے۔ اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے بایزید بسطامی کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں۔ مولانا ابرہیم بلیاوی بالکل ابن سینا تھے، امام رازی کو میں نے دیکھا ہے، مولانا رسول خان امام رازی تھے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق۔۔۔۔ پھر اس مرکز سے تقسیم کے بعد جب ہمارا تعلق منقطع ہوا تو ہماری نظر میں صرف اس علاقے میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں صرف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی تھی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نہ میرے استاد تھے اور نہ ان سے میری رشتہ داری تھی لیکن ان کی شخصیت بڑی جاذب نظر تھی، ان کا عمل ان کا تقویٰ اور خلوص حد درجہ زیادہ تھا۔ ان کا تعلق مجھ جیسے گنہگار سے بہت تھا، حالانکہ میری کچھ حیثیت ہی نہیں۔ اگر میں قسم بھی کھاؤں کہ مجھ میں کچھ بھی نہیں تو میں حانث نہ ہوں گا۔ میرے پاس نہ علم ہے اور نہ عمل، ساری زندگی بربادی میں گذر گئی اب ایسے وقت میں ہوں کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالایمان کردے۔ ان سے میرا تعلق لوجہ اللہ تھا۔ انہوں نے مجھ پر اتنی شفقت کی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس خصوصی شفقت کا معاملہ ان کا میرے ساتھ ہی خاص تھا۔ اسی شفقت کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں ورنہ تقریباً ۹ ماہ سے وجع القلب کے مرض میں مبتلا ہوں۔ اب قدرے افاقہ ہے۔ لیکن ڈاکٹروں نے تحریر، تقریر اور سفر منع کیا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب ہمارے ہاں اٹک میں ایسی حالت میں تشریف لایا کرتے تھے کہ چار چار آدمیوں کے سہارے اٹھتے اور چلا کرتے تھے اور میں حقانیہ نہ آؤں تو یہ بڑی بے وفائی ہو گی، میری دینی اور روحانی محرومیت ہو گی۔ پہلے میں ان کے مزار پر گیا اور فاتحہ پڑھی پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فتنوں کا زور۔۔۔ آج قرآن شریف کی تفسیر کے ختم کی تقریب میں آخری دو سورتیں آپ نے تلاوت فرمائیں۔ من شر الوسواس الخناس۔ آجکل خناسیت کا زور ہے۔ ایک خناسیت یہ ہے کہ جب معنیٰ کی سمجھ نہیں تو تلاوت کس لیے کرتے ہو، مخالف دین کا یہ ایک حربہ ہے تلاوت بھی تو عبادت ہے تلاوت کرے گا تو سمجھ آئے گی بغیر تلاوت کے تو سمجھ نہیں آئے گی۔

علم اور عمل۔۔۔۔ جو علم عمل کی طرف لے جائے تو وہ علم پکا ہو گا۔ ہر عمل سے علم پیدا ہوتا ہے لیکن ہر علم سے عمل پیدا ہو یہ لازم نہیں۔ مثلاً مجھے کوئی گھڑی دے اور مجھے پتہ نہیں کہ وقت کیسے معلوم کیا جاتا ہے، چابی کس طرح دی جاتی ہے؟ تو ضرور بالضرور مجھے پوچھنا پڑے گا۔ اور اگر مجھ سے یونہی کہہ دے کہ گھڑی بھی کوئی شے ہے تو ممکن ہے گھڑی میرے ہاتھ آئے یا نہ آئے۔

حضرت شیخ الحدیث کی روحانی نسبت۔۔۔ علماء تشریف فرماہیں، مجھے تو شرم آتی ہے کہ یہ دارالحدیث یہ مسند اور یہ جگہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کی ہے۔ اور اب بھی میرے دماغ میں میرے عقیدہ کے مطابق ان کی روحانیت موجود ہے۔ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا یہ استدلال بخاری شریف کی ایک

حدیث سے ہے، جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ تشریف لائے، حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہ تھے۔ دومرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے جس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو حدیث شریف میں ہے (علماء کرام تشریف فرما ہیں الفاظ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے) کانہ عاین شی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے محسوس کیا۔ انہوں نے روحانی خوشبو سے معلوم کیا کہ کوئی تشریف لایا تھا۔ تو میرا یہ مطلب ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خوشبو اب بھی یہاں موجود ہے، اس خوشبو کے ساتھ میں یہ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔ ایک یہ کہ تلاوت کلام اللہ تھوڑی ہو یا زیادہ لازم ہے اتل ما اوحی الیک من الکتب۔ اس کے اندر نور ہے، حکم ہے۔ افسوس ہے کہ یہ عمل ہم میں نہیں۔

قرآن کی سمجھ کیسے آئے گی؟۔۔۔ صدر اور شمس بازغہ پڑھتے ہیں، محمداللہ پڑھتے ہیں۔ ہمارے یہ حفاظ اور قاری صاحبان ناراض نہ ہوں، اب رمضان میں تو مزیں ہیں یعنی تلاوت۔ اور شوال میں قرآن بند کردیا۔ تو پہلے تلاوت کلام اللہ کرو، ایک صفحہ یا دو صفحے یعنی پہلے نفس تلاوت کرنی ہوگی۔ دوبارہ وہ ایک صفحہ یا دو صفحے دیکھو، نفس معنیٰ دیکھو، سہ بارہ معارف کی طرف آؤ تو قرآن کی سمجھ آجائے گی۔ میری عادت پہلے یہی تھی اب بھی ہے، بحمداللہ، یہ جو کچھ سمجھ ہے یہ سب بزرگوں کی دعائیں ہیں۔ اور آپ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ شر و فساد کا دور ہے۔ آپ بڑے خوش بخت ہیں کہ ایک ایسے مقام پر اپنا وقت اور جوانی گذار رہے ہیں جو صرف علمی ہی نہیں بلکہ بہت بڑا روحانی مرکز بھی ہے۔ اگر کوئی محسوس کرسکے۔

یہ دارالعلوم علمی اور روحانی مراکز ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ دارالعلوم دیوبند کا چپڑاسی بھی ولی اللہ ہوتا تھا اساتذہ کا تو کہنا ہی کیا؟ تو حضرت مولانا عبدالحق کی روحانیت آپ حضرات کی طرف متوجہ ہے۔ آپ خوش بخت ہیں کہ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا، پھر دارالعلوم حقانیہ میں قابل اساتذہ سے پڑھا۔

دارالعلوم حقانیہ حنفیت کا مرکز ہے۔۔۔ یہ بھی آپ حضرات کی خوش بختی ہے کہ دارالعلوم حقانیہ حنفیت کا مرکز ہے۔ اور مولانا عبدالقیوم حقانی کی اس موضوع پر علمی، تاریخی اور جامع کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں الحمد اللہ ۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو مزید ترقی دے کیونکہ اکثر مدارس نے حنفیت ترک کردی ہے حالانکہ یہ سارا وطن احناف کا ہے۔

مولانا عبدالحق اور مقام عبدیت۔۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب میرے زمانہ دارالعلوم میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے۔ بہت بڑے عالم جامع المنقول والمعقول تھے۔ ان کی نظیر موجودہ دور میں نہیں ملتی۔ علماء بہت ہیں مبلغ ہیں، مناظر ہیں اور کئی اچھے اوصاف کے مالک ہیں لیکن میری نظر میں جامع المنقول والمعقول اور ساتھ ساتھ تزکیہ باطن اور سب سے بڑا کمال یہ کہ مقام عبدیت بھی ہو تو یہ صرف حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی ذات گرامی تھی۔ یہ عبدیت بہت بڑا مقام ہے، اس سے اونچا کوئی مقام نہیں عبدیت سے اوپر صرف معبودیت ہے۔

عروج اور عبدیت۔۔۔ سبحن الذی اسریٰ بعبده فاوحیٰ الیٰ عبده۔۔۔الخ۔۔۔ مقام عروج کے ساتھ عبد کا لفظ آئے گا۔عروج میں عبدیت آئے تو یہ کمال ہے۔ اگر عروج میں عبدیت نہیں تو اور یہ زوال ہے۔یہ کمال تب حاصل ہو گا۔جب اساتذہ اور اکابر پر اعتماد ہو۔

دارالعلوم حقانیہ ایک فکر اور ایک تحریک ہے۔ اپنی مادر علمی کے ساتھ نسبت قائم رکھو، دارالعلوم حقانیہ گارے اور اینٹ کا نام نہیں، یہ تو دنیا دار بھی بنا سکتے ہیں۔بلکہ دارالعلوم اب ایک فکر اور ایک تحریک ہے۔ ۱۹۵۲ء سعودی عرب کا جو پہلا سفیر تھا۔عبدالحمید خطیب، ان کے ساتھ میری دوستی تھی۔یہ دنیا داری تھی۔ بہر حال ۱۹۵۲ء میں میں سرکاری مہمان تھا۔مولوی تمیزالدین پاکستان اسمبلی کے سپیکر یہ بھی وہاں اس وقت سرکاری مہمان تھے، مولانا شاہ احمد نورانی کے والد مولانا عبدالحلیم صدیقی بھی سرکاری مہمان تھے۔ ہم سب وہاں اکٹھے تھے۔مولوی تمیزالدین بنگالی تھا لیکن علماء دیو بند کا تابعدار تھا،اچھا آدمی تھا۔ایک دن مجھے کہنے لگا کہ مولوی صاحب میری یہ خواہش ہے کہ پاکستان میں ایک دارالعلوم دیو بند بن جائے۔ میں نے کہا بڑی اچھی خواہش ہے اور آپ کی حکومت بھی چاہتی ہے، ثواب کا کام ہے اور قوم کے لیے ضروری بھی ہے پھر کچھ اور باتیں کرتے رہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب! آپ بلڈنگ تیار کر دیں گے، کتب خانہ بنا دیں گے۔ہاسٹل بنا دیں گے لیکن حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو کہاں سے لاؤ گے؟ تو کہنے لگے مولانا محمد قاسم کا کیا مطلب؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کو مغالطہ لگا ہے، دارالعلوم دیو بند اینٹ پتھر کا تو نام نہیں وہ تو اساتذہ کا نام ہے، اگر وہاں کچھ بھی نہ ہوتا،اب تو بہت کچھ بن گیا ہے۔ کچھ بھی نہ ہو لیکن پھر بھی سب کچھ ہے۔ کیونکہ دارالعلوم نام ہے اکابر کا تو یہ حقانیہ اینٹوں کا نام نہیں۔

دارالعلوم کی خدمت پر افتخار۔۔ میں اس جگہ کا خادم ہوں، مجھے اس پر فخر ہے اور میری نجات کا ایک ذریعہ بنے گا، انشاء اللہ کہ شروع سے میرا تعلق مولانا عبدالحق سے رہا ہے مجھے وہ وقت یاد ہے،میرے ذہن میں محفوظ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدیم دارالعلوم حقانیہ (مسجد شیخ الحدیث) میں شہتوت کے درخت کے نیچے بیٹھ کر طلباء کو سبق پڑھایا کرتے تھے۔

دارالعلوم سے تعلق ہر فتنہ سے حفاظت۔۔۔ تو آپ حضرات اپنا تعلق اس مادر علمی کے ساتھ قائم رکھیں۔ قرآن کے دشمن پیدا ہونگے۔ وہ قرآن پر حملے کریں گے۔قرآن تو کتاب ہے ظاہر ہے کتاب پر حملہ تو نہیں کر سکتے۔ حاملین قرآن پر حملہ کریں گے۔ حملے کی بہت قسمیں ہیں کوئی ظاہری حملہ کرے گا کوئی باطنی حملہ کرے گا سارے حملوں سے اسی (دارالعلوم سے تعلق) میں ہی پناہ ہے۔

تجربہ کار کی ضرورت اور مولانا عبدالحق کے اعمال۔۔ مفید الطالبین میں ہے۔بسئل المجرب لاتسئل الحکیم یعنی عقلمند سے نہ پوچھو بلکہ تجربہ کار سے پوچھو۔میری تو ساری عمر گذری گئی کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ اپنی عمر ضائع نہ کریں۔اس کی یہی صورت ہے کہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں، اپنے اساتذہ کی عزت کیا کریں۔میں آپ کی خدمت میں کیا عرض

دارالعلوم حقانیہ خدائی سٹیٹ ہے

یہاں امن وعافیت اور خوشحالی کا دور دورہ ہے

دیوبند کی روشنی اسی نہج پر دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں پاکستان میں روشن ہے۔

مولانا عبدالحق کو سلام کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ (خان عبدالی خان)

۷ دسمبر ۱۹۷۶ء کو نیشنل عوامی پارٹی کے راہنما خان عبدالولی خان صاحب ایک تعزیت کے سلسلہ میں اکوڑہ خٹک آئے تو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مزاج پرسی اور ملاقات کے لیے دارالعلوم بھی تشریف لائے، صوبائی وزیر اطلاعات خان محمد افضل خان بھی ان کے ساتھ تھے۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات اور بات چیت کے بعد دارالعلوم کے تمام شعبوں کا معائنہ کیا موصوف دفتر الحق بھی گئے اور سب کچھ دیکھ کر نہایت محظوظ ہوئے۔ طلبہ کے قیام وطعام وغیرہ سہولتوں کی بناء پر آپ نے کہا کہ درالعلوم تو واقعی معنوں میں ایک ویلفئیر سٹیٹ ہے، تو ایک رکن دارالعلوم جناب حاجی محمد یوسف نے کہا کہ یہ خدائی سٹیٹ ہے اس لیے یہاں امن وعافیت اور خوشحالی کا دور دورہ ہے۔

طلبہ کی خواہش پر خان عبدالولی خان صاحب نے دارالحدیث میں ایک برجستہ تقریر بھی کی اور اس سے قبل مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، نے آپ کو خوش آمدید کہا خان عبدالولی خان صاحب نے اپنی جیب خاص سے دارالعلوم کے لیے ایک سو روپے کا گراں قدر عطیہ بھی دیا۔ دارالعلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات میں آپ نے لکھا کہ میں پہلی دفعہ دارالعلوم میں بادشاہ خان، دوسری مرتبہ مولانا بھاشانی کی معیت میں حاضر ہوا۔ اور آج تیسری بار، مجھے یقین ہے کہ یہ درالعلوم، دیوبند کی روایات اور شیخ الاسلام مولانا مدنی جیسے باعمل علماء کا کردار ادا کرتا رہے گا۔

خان صاحب نے اپنی تقریر میں کہا۔ اس دارالعلوم کے ساتھ باچا خان کا تعلق یقیناً بہت دیرینہ ہے۔ آپ سب حضرات کو یہ بات معلوم ہوگی کہ باچاخان صاحب جب سیاست میں آئے تو سب سے پہلے آپ دیوبند گئے۔ اور اب تک دیوبند کے علماء اپنے کردار، اپنے اٹھنے بیٹھنے سے اپنی اسلامی تعلیمات سے اور قوم کی اصلاح وتربیت کے لحاظ سے اسلام کی اصل روح قائم رکھے ہوئے ہیں۔ تو باچاخان نے اپنی سیاست کا آغاز دیوبند سے کیا۔ جیسا کہ ابھی میرے بھائی (مولانا سمیع الحق ایڈیٹر الحق) نے کہا امام الہند مولانا آزاد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی مفتی کفایت اللہ جیسے اکابران کے ساتھی تھے۔ تو اس تحریک آزادی ہند کے چلنے کا سرچشمہ دیوبند تھا۔ وہاں سے یہ چشمہ جاری ہوا۔ برطانوی سامراج کے مقابلہ میں یہی علماء دیوبند تھے کہ کافر فرنگی اور نو آبادیاتی سامراج کے مقابلہ میں اٹھے، شدائد

برداشت کیے مسلمانوں میں جا کرے بے خوفی سے لوگوں کو بیدار کیا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ دیو بند کی وہی روشنی اسی نہج پر یہاں (دارالعلوم حقانیہ) بھی روشن ہے جس نہج پر خود دیو بند اس سے روشن تھا۔ افسوس کہ وہ دیو بند ہم سے جدا ہوگیا مگر دیو بند ہی کے بڑے اکابر حضرت مفتی محمود صاحب یہاں ہمارے مولانا (عبدالحق) صاحب یا ان جیسے دوسرے اکابر یہ سب اسی چراغ کی روشنی یہاں بھی روشن کیے ہوئے ہیں۔

خان عبدالولی خان نے طلبہ کو روئے سخن متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ ان بڑوں نے سیاسی جدوجہد اور ملک کی آزادی کے لیے جو پرخار راستہ طے کیا تھا، آپ بھی اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے کہ آپ باعمل علماء میں سے ہیں اور امید ہے کہ وہی روشنی آپ کی تعلیم و کردار میں بھی نظر آئے گی جو مولانا مدنی مفتی کفایت اللہ مفتی محمود اور خود ہمارے ان مولانا صاحب (حضرت شیخ الحدیث) نے اپنائی ہے۔

پچھلے دنوں ہمارے درمیان کچھ اختلافات دشمنوں کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے مجھے اس پر افسوس ہے، مگر آج بڑی خوشی اور مبارکباد کی بات ہے کہ اسلام اور پشتو دونوں رشتوں نے علماء کے ساتھ ساتھ پھر ملادیا ہے۔ اس صدی میں پہلی بار ہمارے اور آپ کے بزرگوں نے اس ملک کی خدمت کی باگ ڈور سنبھالی ہے، ہمارے اختلافات میں ملک کا نقصان تھا، آج یہ دو صوبائی حکومتیں اور دو پارٹیاں نیپ اور جمیعۃ ملک کی سلامتی اور اصول کے لیے میدان میں اتری ہیں اور سب کا مشترکہ فرض ہے کہ ان قوتوں کو اور بھی مضبوط کریں۔

بہر حال میں یہاں ایک تعزیت کے لیے حاضر ہوا تھا۔ تو اپنا فرض سمجھا کہ حضرت مولانا صاحب کو بھی سلام کرتا جاؤں۔ یہ ہمارے بڑے ہیں اور میرے والد صاحب ان کے دوست ہیں، ان کی محبت تھی تو میں بھی ان کی سنت جاری رکھنا چاہتا ہوں۔

بقیہ ص ۴۳

کروں ہم نے ایسے ایسے اساتذہ دیکھے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء تھے۔ علماء کرام کے بڑے بڑے انوارا ہوتے ہیں۔ یہ بھی اپنے اپنے خیالات اور تصورات ہیں کیونکہ اس کے بارے میں ہم مکلف نہیں ہیں۔ میرا اپنا نظریہ ہے کہ اب بھی مولانا عبدالحق صاحب کے اعمال نشر ہورہے ہیں۔ احادیث کے اندر آیا ہے (علماء کرام تشریف فرما ہیں) کہ جس وقت آدمی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو مال واولاد رہ جاتے ہیں اور عمل ساتھ قبر میں چلاجاتا ہے۔ عمل پھر قبر کے اندر کیا کرتا ہے؟ کیا یونہی بیکار پڑا رہتا ہے؟ نہیں! عمل پھر پھیلتا ہے۔ ہر اہل اللہ اور عالم باعمل کے مرکز انوار سے اعمال کی خوشبو آتی ہے۔ اعمال کے اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں پھر ہر ایک کی ہمت اور طاقت ہے۔

دارالعلوم حقانیہ مدنی فیوض اور برکات کا منبع ہے

حقانیہ' دارالعلوم دیوبند کا پاکستانی ایڈیشن ہے

' دارالعلوم حقانیہ شہدائے بالاکوٹ کے مشن کی تکمیل ہے

علماء بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) کی دارالعلوم حقانیہ تشریف آوری اور تاثرات کا اظہار

۳۰ ستمبر ۱۹۶۹ء کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز سے ملاقات اور حالات حاضرہ پر تبادلہ خیالات اور دارالعلوم دیکھنے کے لیے بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) سے جمیعۃ علماء اسلام سے تعلق رکھنے والے حضرات علماء کرام کی ایک جماعت دارالعلوم تشریف لائی جس میں مولانا پیر محسن الدین احمد صاحب رنگ پورا، امیر جمعیۃ العلماء اسلام مولانا ابوالحسن صاحب جسری نائب صدر، مولانا محی الدین خان ایڈیٹر "مدینہ" "نیا زمانہ" ڈھاکہ، مولانا ذاکر احمد صاحب خطیب شاہی مسجد چاٹگام، مولانا شوکت علی صاحب کھلنا اور مولانا عبدالجبار صاحب ناظم جمعیۃ ڈھاکہ شامل تھے۔ دارالعلوم کا معائنہ فرما کر سب حضرات نے نہایت مسرت اور خوشی کا اظہار کیا۔ عصر سے قبل دارالعلوم کے دارالحدیث میں طلبہ سے علم کی اہمیت اور فضلیت پر مختصر آ کئی حضرات نے روشنی ڈالی۔

جناب پیر محسن الدین صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ علم وہ ہے جو اللہ کے ہاں محبوب ہے، جو اللہ کو پہنچاننے اور اخلاق سنوار نے کا ذریعہ ہو، اور وہ علم جس کو آج کی دنیا سیکھ رہی ہے اس سے انسان کو انسان بننے کا راستہ بھی نہیں ملتا۔ یہاں کے علوم نبوت سے آپ کو اخلاق کی تربیت خلق خدا کی (اصلاح اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع جیسی دولت میسر ہو گی، یہ وہ علم ہے جس کے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند درجات ہیں۔ آپ نے فرمایا یہاں حاضر ہو کر دل کو تسکین حاصل ہوئی نظم ونسق کے علاوہ روحانی قدر و قیمت بھی یہاں موجود ہے۔

مولانا ابوالحسن صاحب نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب میرے زمانہ دیوبند کے شفیق استاد ہیں۔ یہی شوق مجھے کشاں کشاں یہاں تک لے آیا ہے اور آج دارالعلوم کو دیکھ کر میری روح میں تروتازگی پیدا ہوئی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدنی فیوضات کا ایک منبع ہے۔ علم کی فضلیت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی تقسیم کی ہے، ایک وہ جو دل میں اترے صرف زبان تک نہ رہے، وہ علم نافع ہے آگے اس کی ٹہنیاں نکلیں گی اور تمام اعضاء پر محیط ہو گا۔

بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) کے پر جوش ملی و قومی کارکن اور صحافی مولانا محی الدین خان ایڈیٹر "نیا زمانہ" نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ یہ دارالعلوم دیوبند کا پاکستانی ایڈیشن ہے۔ اس کے یہاں

مرکز علم دارالعلوم حقانیہ

سعودی عرب کے روزنامہ "المدینہ المنورہ" کے تاثرات

احمد محمد محمود مدنی

۱۹ سال قبل صفر ۱۳۹۳ھ میں سعودی عرب کے صحافیوں کے ایک وفد نے دارالعلوم حقانیہ کا معائنہ کیا۔ اس وفد کے ارکان نے اخبارات میں اپنے وقیع تاثرات کا اظہار کیا۔ ہم یہاں سعودی عرب کے کثیر الاشاعت روزنامہ "المدینہ المنورہ" سے جناب احمد محمود صاحب مدنی کے تاثرات کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں ------------- (ادارہ) ----------------

آج ہمارا اولین پروگرام تھا کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی زیارت کریں۔

یہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ درحقیقت اس عظیم علمی شجر دارالعلوم دیوبند کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔ جو ہندوستان میں قائم کیا گیا تھا۔ جو علوم اسلامیہ کے متجر فضلاء کا مصدر ہے۔

تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو ان پیشرؤوں نے (جن کے سرخیل حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث تھے) دارالعلوم دیوبند کی نہج پر ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو نوخیز پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی نشرواشاعت اور دعوت تبلیغ کے لیے علماء مہیا کرے۔ اور اب تک اس علمی ادارہ سے دو ہزار فضلاء سند فراغت حاصل کر چکے ہیں۔ جو یورپ، امریکہ، افریقہ اور پاکستان کے اطراف واکناف میں اسلام کی نشر واشاعت کے سلسلہ میں تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اور اس مدرسہ میں حالاً ایک ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں جن میں چھ سال بچوں سے لے کر بوڑھوں تک حصول علم میں مصروف ہیں۔ اور یہ مدرسہ تمام بیرونی طلبہ کی معاشی ضروریات علاج ادویہ، رہائش، طعام اور دیگر اخراجات کا کفیل ہے۔ اور جملہ طلبہ کو درسی کتابیں دارالعلوم کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ اور یہ طلبہ سرحدات چین وروس، ایران، افغانستان تھائی لینڈ اور پاکستان کے قرب وجوار اور دور دراز سے اس مدرسہ بلکہ علمی یونیورسٹی میں حاضر ہوتے ہیں۔

دارالعلوم میں درس وتدریس کے تین مراحل ہیں ہر مرحلہ میں تین سال گذارنے سے طالب علم کو مجموعی طور پر حصول علم میں نو سال صرف کرنے پڑتے ہیں۔ اوقات تنظیم صبح وشام سات گھنٹے ہیں۔

دارالعلوم کو کتابوں کی کمی کی شکایت شدت کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے، خاص کر وہ

کتابیں جو لغت عربی میں مدد دے سکیں۔اور مجھ سے شیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ نے یہ بھی ذکر کیا کہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ قواعد لغت نحو،صرف بلاغت پر مشتمل کتابوں کی اعانت کے سلسلہ میں عرب ممالک کی توجہ کا متمنی ہے تا کہ طلبۂ علوم دینیہ دور حاضر کے مطابق عربی تقریر و تحریر پر عبور حاصل کر سکیں۔

بفضلہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کے جملہ اخراجات مسلمان قوم کے تبرعات و اعانت سے پورے ہوتے رہتے ہیں۔ بانیین دارالعلوم کی یہی کوشش ہے کہ دارالعلوم اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں آزاد اور خود مختار ہو اور یہی وجہ ہے۔ کہ دارالعلوم حکومت کی اعانت کو محبوب نہیں سمجھتا۔پاکستان اور دیگر ممالک اسلامیہ میں رہنے والے مسلمان اس ادارہ کی اعانت فرماتے ہیں۔

اور دارالعلوم کے عزائم میں سے ہے کہ موجودہ عصری علوم کو بھی دارالعلوم میں داخل کر دیا جائے جبکہ مناسب مالی قوت میسر ہو جائے جس سے تمام ضروری شعبے بروئے کار لا سکیں،اسی طرح فن طب کی تعلیم و تدریس کا بھی دارالعلوم ارادہ رکھتا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ میں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمود صاحب نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ پاکستان کی رسمی زبان عربی ہو جائے۔اور مفتی محمود صاحب نے اس کے لیے دو اسباب بیان کیے ہیں،ایک داخلی اور ایک خارجی ، داخلی سبب تو یہ ہے، کہ پاکستان چار مختلف صوبوں میں منقسم ہے جو مختلف زبانیں بول رہے ہیں۔صوبہ سرحد میں پشتو ،بلوچستان میں بلوچی ،سندھ میں سندھی اور پنجاب میں پنجابی بولی جاتی ہے۔پس پاکستان کی مختلف بولیاں بولنے والی قوم کو متحد کرنے کے لیے لغت عربی کو رسمی زبان قرار دیا جائے۔انگریزی زبان کو پاکستان سے نکال کر اس کی جگہ عربی زبان کو رواج دینا چاہیے۔جو تمام خصوصیات و مزایا کی حامل ہے۔خارجی سبب یہ ہے کہ عربی لغت اسلام کی لغت ہے، قرآن پاک اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے۔اور ہمارے عرب بھائیوں کی زبان ہے اور یہ لغت درحقیقت باہمی اتحاد کا ذریعہ اور ممالک اسلامیہ کے تعاون کا سبب وحید ہے۔

ایک اہم چیز جس نے ہمارے دلوں مین رعب برپا کیا جبکہ ہم دارالعلوم حقانیہ کو جی ٹی روڈ سے اترنے والے تھے۔ہم نے راستہ کے دونوں جانب طلبہ کے عظیم ہجوم کو قطاروں کی شکل میں دیکھا جو اپنے ہاتھوں میں گلاب اور دیگر قسم کے پھول اٹھائے ہوئے تھے اور کتبوں پر اھلاً و سھلاً کے کلمات درج تھے۔

سب سے پہلے میرے ذہن میں جو خیال گذرا وہ یہ تھا کہ شاید یہاں صوبے کے بڑے وزراء آئیں گے،اس لیے انہوں نے ترتیب و خوش آمدید کا یہ انتظام کیا ہے۔لیکن جب ہماری کار کھڑی ہوئی تو ہم نے عجیب منظر دیکھا، طلبہ کی طویل قطاریں لمبے راستے کے دونوں طرف کھڑی تھیں جو سڑک سے درالعلوم تک پھیلی ہوئی تھیں، تکبیر اور تہلیل کے نعرے ایک ہی آواز میں گونج رہے تھے۔اسلامی اتحاد

کا علمبر دار شاہ فیصل زندہ باد ،اھلاً و سہلاً مہمان حرم خوش آمدید۔

میں اپنے دوست راشد فہدالراشد کو ڈھونڈ رہا تھا جو میرے ساتھ گاڑی میں سردی کو محسوس کر رہا تھا اور وہ کسی گرم مکان میں گرمی حاصل کرنے کا متلاشی تھا۔میں نے بعد از تلاش اسے دیکھا کہ وہ نرم و گرم رفتار میں خراماں تھا اور طلبہ واساتذہ کے ترحیبی نعروں نے اس سے سردی کو اڑا دیا تھا اور اس تواضع و اعزاز کے سامنے سردی کا حجاب پھٹنا لازمی تھا۔

حیرت و تعجب ہے اس فرق عظیم پر کہ ادھر ہم اپنے شہروں میں ان مہمانوں کی تشریف آوری کے موقعہ پر استقبال میں شریک ہوتے تھے اور یہ بات ہماری عقول سے بہت دور تھی کہ ہمارا بھی ان مہمانوں کی طرح استقبال کیاجائے گا،مروت وشجاعت کا یہ استقبال جوصرف زعماء ورؤساکے لیے منعقد ہوتا ہے، کونسی وہ خصوصیت ہے جس کی بناء پر ان بزرگوں نے ہمارا گرمجوشی سے استقبال کیا جن کے ہم باعتبار عمر کے اگر نواسے نہیں تو بیٹے تو ضرور ہیں میرے سامنے صرف یہی توجیہہ تھی کہ احترام واکرام کے مناظر صرف اور صرف رمز واشارہ ہیں کہ ہم جزیرہ عرب سے آئے ہوئے ہیں۔جہاں اسلام کی روشنی دنیا کے گوشوں میں پھیلی ہے۔

شیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ نے استقبالی جلسہ میں خطاب کیا،جس کے کلمات اب بھی میرے کانوں مین گونج رہے ہیں۔

ہم ان شخصیات کی اولاد کے فرائض مہمان نوازی کی ادائیگی میں قاصر ہیں،جنھوں نے ہم پر اسلام جیسی عظیم نعمت کو پیش کیااور تمام عجم میں دین اسلام کی تعلیم دی۔

ایک طالبعلم مولانا فضل الرحمن مولانا مفتی محمود وزیر اعلیٰ سرحد کے برخوردار ہیں۔دارالعلوم حقانیہ مین زیر تعلیم ہیں،نے قرآن مجید کی چند آیات "سبح لله ما فی السموات ومافی الارض وھو العزیز الحکیم ۃ یآیھاالذین آمنو لم تقولون مالاتفعلون ۃ ۔۔۔۔الخ۔۔۔خوش آوازی اوردلکش قرات کے ساتھ تلاوت کیں۔

*************** ہم پوری قوت سکوت اور خشوع کے ساتھ آیات بینات کو سن رہے تھے اور وہ ہمارے کانوں میں حلاوت وبشاشت مہیا کر رہی تھیں۔

اس دارالعلوم کی زیارت نے ہماری نگاہوں میں دیگر مشاھد و آثار کی زیارت کی قدر و قیمت کو گھٹا دیا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ

ایک ایرانی اخبار کی نظر میں

آج سے ۲۰ سال قبل تہران (ایران) سے شائع ہونیوالے اخبار "فرد" کے ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں جناب محمد حسین تسبیحی صاحب کے قلم سے دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں حسب ذیل تاثراتی مضمون شائع ہوا---------(ادارہ)---

دارالعلوم حقانیہ یکے ازمراکز علوم اسلامی پاکستان در شہر اکوڑہ خٹک است مسئول وموسس این دارالعلوم مولانا عبدالحق است ہم اکنوں نمائندہ مجلس شوریٰ ملی پاکستان نیز می باشد، وقتیکہ باین مدرسہ وارد گشتم، اورا دیدم کہ حلقہ درسی تشکیل دادہ وبیش از ۵۰۰ طالب علم گرداو حلقہ زدہ ماند دی باخوش روئے مراپذیرفت ومحبت فراوان فرمود، واین چند جملہ رابہ زبان فارسی در دفتر من یادداشت کردہ۔

"-----بیش ازحد مسرور شدم کہ یک نفرازایران مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان بہ این مدرسہ اسلامی آمدہ است مملکت خداداد ایران وباشند گان آں در حق پاکستان وطلبہ علوم دینیہ خصوصاً دربارہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک بسیار خیر خواہ ہمدرد ہستند، خداوند کریم پاکستان وایران کہ برادران مشفق ہستند، متفق وسرسبز گرداند واز آفات وبلیات محفوظ دارد عبدالحق عفی عنہ----"

دارالعلوم حقانیہ درحال حاضر ہ طلبہ ومدرس واستاد دارد کہ ازقرآن خوانی آغاز می کنند وتا درجہ اجتہادی رسند ووسائل زندگی وغذاو خوابگاہ از ہر جہت در مدرسہ آمادہ است ودر سال ۲۰۰۰۰۰ روپیہ خرچ می شود۔

علاوہ بر پاکستان ازایران وافغانستان وتایلند ہم دراین مدرسہ تحصیل می کنند بسیاری از بزرگان اسلامی وعلمائے دینی ازاین مدرسہ دیدن کردہ اند مجلہ الحق ہمہ ماہمہ مطالب وموضوعاتی ارزندہ در علوم اسلامی ازادرہ انتشارات مدرسہ حساب می شود۔

کتاب خانہ دارالعلوم حقانیہ ۳۲۹، مجلد کتاب چاپی (عربی وفارسی واردو وپشتو) درچہل و شش علم اسلامی و ۹۷، نسخہ خطی دارد آقائے گل رحمن کتاب دار کتاب خانہ توضیح داد کہ کتابہائے دیگر ہمہ از ممالک اسلامی خریدہ ایم کہ بزودی می رسد، فہرست نسخہ ہائے خطی کتاب خانہ حقانیہ از طرف مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان تہیہ خواہد شد۔

از کلاس ہائے دارالعلوم حقانیہ دیدن کردم۔ شور عشق واشتیاق طالب علمان در تحصیل علوم اسلامی وصف ناپذیر است، کلیہ طالبعلمان روی دور استاد تدریس می نشینند وہمانند مکاتب قدیم بہ درس گوش می دہند. بحث وتفحص می پردازند۔ بر دیوارہائے کلاس ہائے درس. جملاتی بہ زبان ہائے عربی وپشتو فارسی واردو بہ خط خوش نستعلیق وثلث بستہ بود از جملہ۔

(۱) باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔

(۲) کار دنیا کسے تمام نہ کرد۔

(۳) ہر چہ گیرید مختصر گیرید۔

(۴) مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر۔

(۵)۔۔ع۔۔۔۔ نابردہ رنج گنج میسر نمی شود۔

مزد آں گرفت جاں برادر کہ کار کرد

(۶) پہ خیر راغلے (پشتو، یعنی خوش آمدید)

(۷) ہر کلہ راشی (پشتو، ہمیشہ بیاید)

(۸)۔۔۔ع۔۔۔۔۔ ہزار بار بشوئم دھن بہ مشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

بقیہ: بنگلہ دیشی علماء۔۔۔

کا فیض دور دراز تک پھیلا ہوا ہے۔ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کے بے شمار تلامذہ کے لحاظ سے بنگال بھی اس سے فیضیاب ہو رہا ہے۔ یہ مقام ہمارا روحانی مرکز اور اس کا ترجمان الحق ہمارے فکری محاذ کا رہبر اور راہنما ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب صدر ایوب خان نے قرآن پر ڈاکٹر فضل الرحمن کے ذریعہ دست درازی کی اور الحق نے علم جہاد اٹھا کر ۲۲ نکاتی چارج شیٹ شائع کی تو مشرقی پاکستان میں اس سے آگ لگ گئی۔ علماء کرام نے اس کا (بنگالی میں) ترجمہ کرکے لاکھوں کی تعداد میں گھر گھر پہنچایا اور بالآخر اس وقت کی حکومت نے شکست کھا کر سر تسلیم خم کیا۔ ایک چھوٹے سے قصبہ کے بے بضاعت علمی پرچہ کے ذریعہ اتنا بڑا کام اللہ کا فضل ہے جسے آئندہ تاریخ یاد رکھے گی۔

آپ نے فرمایا سید احمد شہید نے اکوڑہ خٹک سے علم جہاد بلند کیا تھا جو غداری کی وجہ سے بالاکوٹ میں ختم ہوا مگر یہ وہی فیض ہے جس نے سرزمین ہزارہ سے اٹھے ہوئے ایک شخص کے دین میں تحریفی کوششوں کا بھرپور تعاقب کیا۔ اللہ تعالیٰ اُسے مزید توفیق دے۔

دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں
وہ حیثیت حاصل کرے گا جو برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے پاس نیک نیتی اور اخلاص کا زادراہ تھا۔ جو آج عظیم ادارہ دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔

مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۶۶ء کو لاہور کے جناب مولانا کوثر نیازی سابق وزیر اطلاعات ونشریات دارالعلوم تشریف لائے۔ دارالعلوم میں قیام کے دوران تعلیمی اور انتظامی شعبے اور تعمیراتی کام دیکھ کر بیحد محفوظ ومسرور ہوئے۔ بعد از نماز عصر جامع مسجد دارالعلوم کے وسیع صحن میں مولانا موصوف نے ذیل کا خطاب فرمایا جو مولانا کی گہری بصیرت تجربہ اور دینی وفکری پختگی کا غماز ہے۔ تجدید دین کے نام پر دین میں جدت طرازی کرنے والوں کے بارہ میں مولانا کے ارشادات ایک ایسے آزمودہ کار کے خیالات ہیں جو خود کافی عرصہ صاحب البیت رہا ہے---(ادارہ)--

مجھے آج دارالعلوم میں آنے کا موقع ملا یہ میری بہت بڑی سعادت ہے اور آج میری دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ میں سالہا سال سے آپ کے دارالعلوم اور حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) کی عظیم شخصیت سے متاثر ہوا اور وہ خدمات جلیلہ جو حضرت مولانا اور یہ ادارہ دین حق کی بجا لارہا ہے۔ شروع سے اس کا قدر دان ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو زمانہ جارہا ہے۔ اور جس طرح حالات ہمیں گھیرے ہوئے ہیں۔ اور دین حق کو جو فتنوں کا سامنا ہے ان میں ایسی بزرگ ہستیاں مغتنمات زمانہ میں سے ہیں۔ اور کبھی خیال آتا ہے۔ کہ جب یہ لوگ بھی نہ رہے تو ہمارا کیا بنے گا۔ وہ جو شاعر نے کہا تھا حضرت شیخ الحدیث کا وجود مسعود بھی ان میں سے سمجھتا ہوں

ع-------- ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کیلئے

میرے بارہ میں جو ذرہ نوازی آپ لوگوں نے فرمائی، بغیر تصنع اور بناوٹ کے کہتا ہوں کہ میرے اندر ان خصوصیات کا سینکڑواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی موجود نہیں ہے علماء ربانیین کا ادنیٰ خادم اور ان کے خاک قدم کو سرمہ چشم بصیرت اور نجات کا باعث سمجھتا ہوں، اگر کوئی متاع اور اندوختہ میرے پاس ہے تو یہی ہے۔ میں کچھ تقریر کا ارادہ نہیں رکھتا، آپ اہل علم ہیں۔ میں خود آپ سے سیکھنے

آیا ہوں، بس ایک رشتہ کی بناء پر کہ میں ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ دنیا عزت اور اقتدار لیے جارہی ہے، آپ کو اللہ نے دنیا طلبی سے محفوظ رکھا، قناعت کا جذبہ اور زندگی عطا فرمائی اپنے اور رسول کریم کے علوم کا وارث بنایا، اس سے بڑی عزت اور کیا ہوسکتی ہے؟ لوگوں کے پاس جو اقتدار ہے وہ زوال پذیر اور پانی کے بلبلہ کی مانند ہے، کل جو کرسی پر تھے آج ان کا نام لینا بھی جرم اور قابل دشنام ہوچکا ہے۔ ان کا حکم صرف جسموں پر چلتا ہے دلوں پر نہیں، آپ کا حکم اس زمانہ میں بھی جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر چلتا ہے، اصل دولت دولت آخرت ہے۔ اور اس دولت کے مقابلہ میں دنیا کی نسبت یہ ہے جیسے کوئی بہتے ہوئے سمندر میں انگلی ڈال دے اور کچھ تری اس کی انگلی پر لگ جاوے، آپ کی مثال تو بحر مواج کی مانند ہے۔

--ع---------- ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ اس شعور کو تازہ رکھ کر اس دارالعلوم سے فارغ ہوں۔ میں نے آج کے مختصر قیام کے دوران جو کچھ دارالعلوم میں دیکھا۔ جو سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا اور میں نے جو جائزہ لیا، اس بناء پر کہتا ہوں کہ مستقبل قریب میں انشاء اللہ یہ دارالعلوم پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرے گا۔ جو برصغیر پاک وہند میں دارالعلوم دیوبند کا ہے۔

اس لحاظ سے یہاں سے فارغ ہونے والوں کی ذمہ داری اور بھی نازک ہوگی جب آپ یہاں سے نکلیں۔ تو آپ کے علم کے ثمرات لوگوں پر منکشف ہونے چاہیئں۔

یہ دور بلاشبہ سیاست کا ہے اور اسلام دین اور سیاست کو الگ نہیں سمجھتا مگر جو سیاست اس زمانہ میں چل رہی ہے، اس کا یقیناً دین سے کوئی تعلق نہیں اور جدا ہو دین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی کی صورت سامنے ہے۔ اس سیاست نے ایسے جذبات پیدا کیے کہ سینے اقتدار کی بھٹیاں بن کر رہ گئے۔ انا خیر امنہ ابلیس کا دعویٰ تھا۔ مگر اس الیکشنی سیاست کی بنیاد ہی اس دعویٰ پر ہے اور اس دعویٰ ابلیس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جہانگیر کے سپہ سالار مہابت خان کو جب اس بغاوت کی سوجھی، جیل سے لکھا کہ مہابت خان ہم کو تخت واقتدار نہیں بلکہ اصلاح درکار ہے۔ اس مشورہ نے جہانگیر کو بھی گرویدہ کردیا اور ننگے پیر حضرت مجدد الف ثانی کے ہاں حاضری دینے لگا۔ اس جذبہ اصلاح وخیر خواہی نے جہانگیر کو بدل دیا اور جب ان کے پند ونصائح سے متاثر ہوا تو شراب نوشی تک چھوڑ دی۔ علماء کبھی اقتدار کے طالب نہیں رہے مگر حق بات کہنے میں بھی کبھی کوتاہی نہ کی بلکہ -----ع----- ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے

منبر نہیں ہوگا تو سر دار کریں گے

اصلاح کی جذبہ کی ضرورت ہے، اور جب آپ عملی زندگی میں قدم رکھیں تو قرآن وسنت کے ان سر چشموں کو گدلانہ کیجئے، ہر حال میں کلمہ حق کہیئے مگر ایک مخلص اور خیر خواہ کی حیثیت سے۔

آخر میں اتنا عرض کروں گا کہ تبلیغ آپ کا فریضہ آپ کا مشن ہے ۔ آپ ان عیسائی مشنریوں کو دیکھیے جن کا جال دنیا میں پھیلا ہوا ہے ۔ انھوں نے بے سروسامانی سے مشن کا آغاز کیا ۔ اس کا پہلا مشنری جو ۱۷۷۸ء میں کلکتہ آیا، ایک موچی کا لڑ کا تھا اس نے تجویز پیش کی کہ چار دانگ عالم میں عیسائیت کا پرچار کیا جائے، وہ ہر گلی کوچہ گیا، ہر گرجہ میں چندے کے لیے ہاتھ پھیلائے تا کہ ہندوستان روانہ ہو سکے اس تمام محنت کے بعد اسے کل ساڑھے تیرہ شلنگ چندہ ملا، حالانکہ اس وقت اس سفر کے لیے اسے کم ازکم پچاس پونڈ کی ضرورت تھی ۔ اس نے جہازوالوں کو منت سماجت کر کے راضی کیا اور کہا کہ میں تمہاری ہر قسم کی خدمت کروں گا جوتے صاف کروں گا مگر مجھے ہندوستان لے چلو ۔ چنانچہ اس نے یہاں آ کر عیسائی مشنری کا پودا لگایا ۔ جو آج ایک مضبوط درخت بن چکا ہے اور اس کے کانٹے برابر ملت مسلمہ کے دامن کو تار تار کر رہے ہیں ۔

اپنے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی مثال سامنے رکھیئے جن حالات میں انہوں نے دارالعلوم کا آغاز کیا ہو گا میرا اندازہ ہے کہ اس وقت کچھ بھی ان کے پاس نہ ہو گا ۔ نہایت بے سروسامانی میں ارادہ کیا ہو گا مگر نیک نیتی، اخلاص اور جدوجہد زادراہ تھا تو آج اس عظیم ادارہ کی شکل میں دارالعلوم موجود ہے ۔ لاکھوں روپے لگ گئے اور انشاءاللہ آئندہ کروڑوں خرچ ہوں گے ۔ اگر آپ لوگ دین کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے نیک نیتی سے کام شروع کریں گے ۔ تو خدا کی مدد یقیناً ساتھ ہو گی، وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو زادراہ سے مایوس نہیں کریں گے ۔

مولانا محمد علی جوہر نے کیا خوب کہا کہ مشکلات اور بے سروسامانی سے نہ گھبراؤ، تم نے نہیں دیکھا کہ راستہ پر چلنے والے کو حد نظر سے آگے سڑک ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے ۔ اور محسوس ہوتا ہے ۔ کہ ایک خاص حد سے آگے سڑک بند ہے، مگر جب آدمی چلتا ہے تو محدود راستہ کھلتا نظر آتا ہے ---- بڑھتے چلو خدا کا نام لیکر آگے بڑھتے چلو ۔۔

ادبیات

دارالعلوم کے قیام کی نصف صدی مکمل ہونے کی مناسبت سے

حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ

مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی عظمت شان اور رفعت مقام کو خراج عقیدت

جلوۂ حق جانفزا دارالعلوم حقانیہ — امتیازی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ
یہ جہانِ کیف و مستی کائنات علم و فن — مہبطِ نور خدا دارالعلوم حقانیہ
چار سو عالم میں شہرہ ہے تمہارے نام کا — شان تیری مرحبا دارالعلوم حقانیہ
تو کہ پاکستان میں ہے اِک مثالِ دیوبند — مرکز رشد و ہدیٰ دارالعلوم حقانیہ
آرہے ہیں ہر طرف سے قافلہ در قافلہ — وارثانِ انبیاء دارالعلوم حقانیہ
دین کی خدمت میں تیرا مرتبہ سب سے بلند — حق شعار و حق نما دارالعلوم حقانیہ
روز و شب چلتا ہے یاں پر دورِ صہبائے حجاز — ساقیٔ رنگیں ادا دارالعلوم حقانیہ
ہر طرف پھیلی ہوئی ہے جس کی خوشبو کی مہک — نکہتِ باد صبا دارالعلوم حقانیہ
تیری ہر اینٹ سے تیرا تقدس ہے عیاں — روح پرور دلربا دارالعلوم حقانیہ
تشنگاں کے واسطے ہے چشمۂ آب زلال — منبع زہد و تقیٰ دارالعلوم حقانیہ

فانیؔ بیچارہ یہ خورشید تابانِ جہاں
نور افشاں ہو سدا دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم حقانیہ جذبہ جہاد کی کان۔

محمد صلاح الدین۔ مدیر ہفت روزہ تکبیر

برصغیر کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانالیہ راجعون، ان کا انتقال پر ملال ملت اسلامیہ کے لیے صدمہ عظیم ہے وہ معمولی قسم کے حجرہ نشین عالم دین نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے بڑی بھرپور زندگی گزاری اور پاکستان اور اطراف کے ممالک کی علمی دینی اور سیاسی زندگی پر اپنی سرگرمیوں کی واضح چھاپ لگائی۔

اگر یہ کہا جائے کہ بہت مختصر سی مدت میں جہاد افغانستان کے دو اہم سرپرست یعنی مرحوم صدر ضیاء الحق شہید اور مولانا عبدالحق شہید ہو گئے، تو غلط نہ ہو گا۔ صدر ضیاء الحق کی جہاد افغانستان کی سرپرستی تو معروف اور متعارف تھی لیکن جہاد افغانستان کی انگیخت میں مولانا عبدالحق کی ذات گرامی کے اثرات کا علم نسبتاً کم لوگوں کو ہے۔ پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر مولانا عبدالحق نے دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس کر کے جو شمع ہدایت روشن کی تھی۔ اس کی تنویر سے افغانستان کے بہت سے ذہن بھی منور ہوئے اس دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہونے والے متاع علم دین کے ساتھ ساتھ دولت ایمان بھی لے کر دور دراز مقامات تک جاتے ہیں اور اس دولت ایمان میں خالص جذبہ جہاد بھی شامل ہوتا ہے۔ اسی جذبہ جہاد سے سرشار مولانا عبدالحق کے تلامذہ اور دارالعلوم حقانیہ کے بہت سے فارغ التحصیل علماء نے افغانستان میں اسلامی فکر کی اشاعت و ترویج کی تحریک برپا کی جس نے ابتداء میں داؤد حکومت کو چیلنج کیا اور بعد ازاں سوویت یونین کی افواج قاہرہ کو للکارا۔ گزشتہ ایک عشرے میں افغانستان میں جو جہاد ہو رہا ہے۔ اس میں بہت سے سینکڑوں پر جام شہادت نوش کرنے یا داد شجاعت دینے والے مجاہدوں اور کمانڈروں کا تعلق دارالعلوم حقانیہ سے ہی ہے۔

مولانا عبدالحق کا دارالعلوم حقانیہ جہاد کے جذبہ خالص کی کان ہے اور یہاں اس جذبے کو شدت افزودگی دینے والے بہت سے تکنیک کار ہیں مولانا نے مسلسل تین بار قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہو کر پاکستان میں سیکولر اور سوشلسٹ قوتوں کو براہ راست بھی للکارا ہے اور سیاسی میدان میں اہم خدمات انجام دی ہیں، بھٹو آمریت کے خلاف قومی اتحاد کی تشکیل میں بھی انہوں نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ ہم ان کی رحلت پر ان کے لواحقین سے دلی تعزیت کرتے ہیں اور خدا سے مولانا کے لیے اعلیٰ درجات اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔

افکار و تاثرات

قارئین بنام مدیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! امید ہے کہ بمعہ احباب بخیر وعافیت ہونگے۔

گذارش ہے کہ احقر کے پاس کئی سال سے "ماہنامہ الحق" آرہا ہے۔ الحمد للہ بہت ہی مفید اور آواز حق سے بھرپور پایا۔ خلاق عالم اسے تاقیامت جری ساری رکھے۔ اس کے مدیر اور لکھنے والوں کو مزید حق لکھنے اور حکمرانوں کی غلط پالیسیوں پر مزید کھل کر تنقید کرنے اور نسل نو کے قلوب واذھان میں روح جہاد پھونکنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

تمام ملکی جرائد میں سے یہی تو ایک جریدہ ہے جسے پڑھ کر جذبہ جہاد بیدار ہوتا ہے۔ کفر کیساتھ نبرد آزما ہونے کا ولولہ انگڑائیاں لینے لگتا ہے۔ یاس آس سے بدل جاتی ہے۔ رگوں میں لہو کی بجائے آگ دوڑنے لگتی ہے۔ وطن عزیز کے وفاداران فرنگی، سگان امریکہ حکمرانوں کی چالوں، سازشوں سے پردہ اٹھتا ہوا نظر آتا ہے۔ منافقت بے نقاب ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ کفر پر شعلے برستے ہوئے نظر آتے ہیں۔

رسالہ کی امید افزاء تحریروں کو پڑھ کر وطن کے بد کیش و بدباطن آقا چند دن کے مہمان نظر آنے لگتے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی خطہ میں اٹھنے والی اسلامی تحریکوں اور ان کے قائدین خصوصاً ہمسایہ ملک افغانستان میں حزب اللہ (طالبان) کی حوصلہ افزائی ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اداریے پڑھ کر انگریز حکومت مولانا ابوالکلام آزاد کی لکھی جانے والی ولولہ انگیز تحریریں یاد آجاتی ہیں۔ ملک میں نفاذ نظام اسلام کیلئے کاوشیں، کوششیں، محنتیں، مشقتیں عملاً نظر آتی ہیں۔ الحق کے نقش آغاز میں چھپنے اور چھپنے والی ادارتی تحریریں دیکھ کر تو جی میں آتا ہے۔ کہ ابھی سے سب کچھ ترک کر کے کسی جہادی مخلص تنظیم کے ساتھ منسلک ہو کر میدان جہاد میں اتر کر دشمنان اسلام کے خلاف برسرپیکار رہ کر اپنی زندگی گزارنی چاہیے کہ مجاہدانہ زندگی کا ایک لمحہ لاکھوں غیر مجاہدانہ برسہابرس کی ناکارہ زندگیوں پر بے حد فوقیت وبرتری رکھتا ہے۔ کبھی جی میں یہ ارمان بھی مچلنے لگتے ہیں۔ کہ کاش ہمارے ملک میں بھی طالبان جیسی کوئی مخلص، بے باک، حق گو، حق پرست، حق پسند فعال جہاد کی تنظیم ہوتی۔ جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظام امن کے خلاف سازشیں اور منصوبے بنانے والے امریکہ کے وفادار اور کاسہ لیس فرنگی کے بوٹ پالش کرنے والے کتوں کا یا تو بالکلیہ خاتمہ کر دیتی یا پھر انہیں ان کے آقاؤں کے محلات کے دروازوں پر باندھ دیتی۔

الغرض ان نامساعد حالات میں، نفاق کے دور میں، درباریوں کی چہل پہل میں، سوشلزم، کمیونزم جیسی خرافات کے شوروغوغا میں الحاد وزندقہ کی بدبودار اور مسموم ہواؤں میں "الحق" بوئے حق ہے، عطر حق ہے، آواز حق ہے، نعرہ حق ہے، صدائے حق ہے، للکار حق ہے، کفر پر قہر حق ہے، ترجمان

بقیہ ص ۶۴

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
EAGLE IRIDIUM
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی

Servis
قدم قدم حسین قدم قدم آگے
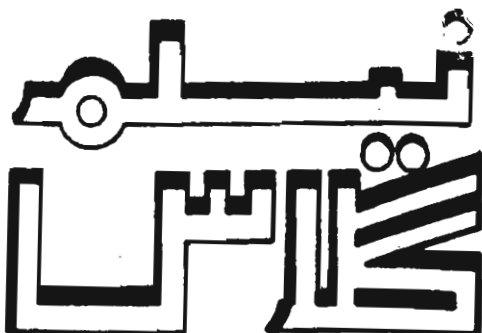
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ
زندگی کے چند گوشے

مولانا حامد الحق مدرس دارالعلوم حقانیہ

زندگی کا ماحصل--- الحمدللہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تھا۔ حضرت قائد شریعت داجی گل سے انتہائی قریب رہنے اور مقدور بھر خدمت کرنے کی ادنیٰ سی سعی اور کوشش کرتا رہا اور میری زندگی کا ماحصل آپ کی خدمت کے اوقات کے کچھ لمحات ہیں اور جو غفلت اور بے پرواہی میں اوقات گزرے ان کا رنج دکھ آج بھی اپنے اوپر ایک بوجھ سا محسوس کرتا ہوں۔

---ع--- وابستہ تیری یاد سے میری حیات ہے

پیدائش سے لیکر ہوش سنبھالنے تک ہم حضرت داجی گل کے ساتھ ان کے آبائی گھر متصل جامع مسجد یعنی قدیم دارالعلوم حقانیہ میں مقیم تھے۔ اباجی سمیت حضرت داجی گل کی تمام اولاد اور ہم سب اسی گھر میں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے اور زندگی کی بہاریں گزاریں، پھر اباجی اس گھر کے چھوٹے ہوجانے کی وجہ سے اپنے ذاتی نو تعمیر مکان متصل جامعہ حقانیہ میں منتقل ہوئے اور سکونت پذیر ہوگئے۔

یومیہ معمول-- اب میری زندگی کا معمول بن گیا تھا کہ روزانہ عصر کی نماز سے مغرب تک حضرت داداجان کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے دارالعلوم سے جاتا جہاں مجھے ان کی گود میں پہنچ کر قلبی اور روحانی تسکین نصیب ہوتی۔ اور اسی روحانی تسکین کے نشہ سرور کی کشش نے ہر جگہ اور مقام پر مجھے اپنے محبوب حضرت داجی گل کے ساتھ ساتھ رکھا۔

حزم واحتیاط-- اگر کوئی اپنی طرف سے کچھ رقم بطور ہدیہ پیش کرتا تو آپ اسے فوراً احتیاطی طور پر دارالعلوم حقانیہ میں داخل کرتے کہ کہیں اس شخص نے یہ ہدیہ دارالعلوم کے لیے چندہ نہ دیا ہو اور یادداشت کے لیے اسی نوٹ پر لکھ لیتے تھے۔

مہمان نوازی-- آپ بڑے مہمان نواز تھے اگر آپ گھر پر موجود نہ ہوتے تو اشیاء خورد ونوش لا کر بیٹھک میں رکھ دیئے جاتے تاکہ مہمان کچھ کھائے پئے بغیر نہ چلاجائے آپ کا حکم تھا کہ میری غیر موجودگی میں مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا لازمی اور ضروری ہے میں جس وقت گھر پر موجود ہوں چاہے میں جس حالت میں بھی ہوں مجھ سے مہمان ملاقات کے لیے آنے والے کسی بھی درجہ کے فرد کو لازماً ملوایا جائے، اللہ اللہ پھر آپ کے ملاقاتی سے ملاقات کا انداز نرالا ہوتا انتہائی عجز وانکساری کا مظاہرہ اور ان کی خاطر ومدارات. بھرپور امداد و تعاون فرماتے، سخت بیماری اور ضعف کے باوجود اٹھ کر مصافحہ یا معانقہ فرماتے، رخصتی کے وقت دروازے تک مہمان کے ساتھ جاتے، استاذ محترم حضرت

مولانا عبدالقیوم حقانی نے حضرت کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے۔

اخبار سننے کا معمول-- مرحومہ ومغفورہ حضرت دادی جان کا یہ معمول تھا کہ شام کو حضرت دادا جان کے لیے چائے کا بندوبست خود کرتیں آپ شوگر کی وجہ سے چائے پھیکی لیکن تیز پیتے تھے۔ اس دوران میں میں چند اخبارات کی نفاذ شریعت کی تحریک علماء اور طلباء کے متعلق اہم خبروں کی سرخیاں آپ کو سنایا کرتا، میں تیز تیز پڑھتا اور حضرت آرام سے پڑھنے کی تلقین کیا کرتے جہاں سے کوئی غلطی سرزد ہوتی وہاں وہ بغیر اخبار دیکھے تصحیح فرمادیا کرتے۔

اخبار اور اعتدال-- خبر سننے کے بعد مسکرا کر تبصرہ کرتے اور مخالف کی بات پر ہمیشہ میانہ روی اور اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتے جب میں اخبار میں جوابی بیان کا تقاضا کرتا تو مجھے منع فرماتے بعض حالات سے باخبر رہتے اور اپنے تفکر وپریشانی یا خیال کا اظہار فرمادیا کرتے۔ اور ہدایات جاری فرماتے۔

میانہ روی--- بیٹا! ہماری سیاست کرنا صرف سیاست کے لیے نہیں ہے، بیٹا! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں میانہ روی کی راہ بتلائی ہے اسی پر چلوگے تو کامیاب ہوگے، صدر مملکت کسی حد تک دیگر حکمرانوں کے مقابلہ کہیں بہتر طور سے شریعت اور مذہب کے وقار کے لیے اور جہاد افغانستان کے واسطے کام کررہے ہیں۔ اسی طرح ۷۷ء کے الیکشن میں جب ملک بھر میں جلسے جلوس بازاروں چوکوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے گلی کوچوں میں بھی ہورہے تھے۔ حضرت داجی گل کا مقابلہ اس وقت کے صوبے کے چیف منسٹر نصر اللہ خان خٹک سے ہورہا تھا ایک طرف پاکستان کے سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو عنان حکومت سنبھالے ہوئے انتخاب جیتنے اور بازی لے جانے کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کررہے تھے اور دوسری جانب جمعیت علماء اسلام اور اپوزیشن کے قائد حضرت مولانا مفتی محمود حق کا علم ہاتھ میں اٹھائے باطل کے آگے سینہ سپر تھے۔

وقت عظیم نعمت ہے--- ایک مرتبہ میں نے اپنے آٹو گراف بک کو ان کے آگے بڑھادیا تاکہ حضرت کے خود اپنے ہاتھ سے تحریر میرے لیے باعث فخر وسعادت بنے۔ جس پر انہوں نے بسم اللہ کے بعد یہ تحریر اپنے قلم ودست مبارک سے ثبت فرمائی وقت نعمت عظیم ہے اس کی قدر کرنی چاہئے علم دین کے حصول میں کوشش کریں علم وعمل میں برکت ہو اور آخر میں اپنا نام مبارک لکھا۔

دارالعلوم کی کتاب امانت ہے خود ذاتی کتاب لے لو--- اس طرح کا ایک اور واقعہ مجھے یاد آتا ہے کہ مغرب کے بعد گھر میں ایک مرتبہ حضرت داجی گل نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کی کتاب آپ بیتی کے بارے میں میرے ساتھ کچھ ذکر کیا میں جلدی سے بول پڑا کہ حضرت وہ کتاب میرے مطالعہ میں ہے چونکہ دارالعلوم کے کتب خانہ کی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹا! دارالعلوم کی چیزیں ہمارے پاس ہو تو اس کی حفاظت کرو اور کوشش کرو کہ خود بازار سے ذاتی کتاب لے لیا کرو، دارالعلوم کی کتاب اور ادنیٰ سی چیز کا خیال رکھنا بھی عنداللہ ہماری ذمہ داری ہے۔

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ کی ایک اور پیش کش

جلد اوّل

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم استاذ حدیث وتفسیر حضرت مولانا انوار الحق حقانی صاحب کے خطبات اور مواعظ جمعہ کا حسین گلدستہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات کی ایک جھلک "الولد سر لابیہ" کا ایک نمونہ علوم و معارف کا خزینہ مختلف موضوعات پر علمی و دینی اور روح پرور تقاریر کا دلچسپ مرقع "از دل خیزد بر دل ریزد" کا صحیح مصداق، سلاست اور جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے، خطباء، واعظین، مبلغین

— اور اصلاحی حلقوں میں یکساں مفید ہے —

— مرتبین —

- حافظ فضل اللہ جان سواتی
- حافظ سلمان الحق حقانی

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

بقیہ ص ۵۷

صداقت و حق ہے، ایوان کفر میں گونج حق ہے، خرمن نفاق پر گرنے والی برق حق ہے، دھریت کی عمارت پر کوندنے والی بجلئ حق ہے، اس کا نظریہ برحق ہے، اسکا ہر پیام، پیام حق ہے، اس کی آراء حق ہے، درباریوں اور منافقوں کو بے نقاب کرنا، اس کا شرعی حق ہے۔ اس کی ہر تحریر، ہر تحریر کا ہر حرف، ہر لفظ، ہر کلمہ، ہر جملہ یقیناً برحق ہے، اس کے مدیر ماشاء اللہ حضرت مولانا علامہ سمیع الحق اور مولانا راشد الحق ہیں۔ جو کہ گامزن برراہ حق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ "الحق" کو اس تاریک دور میں مشعل حق کے طور پر قبول فرمائے آمین ۔

ابو عمار محمد اسد اللہ ۔ جامعہ مدینۃ العلم فیصل آباد
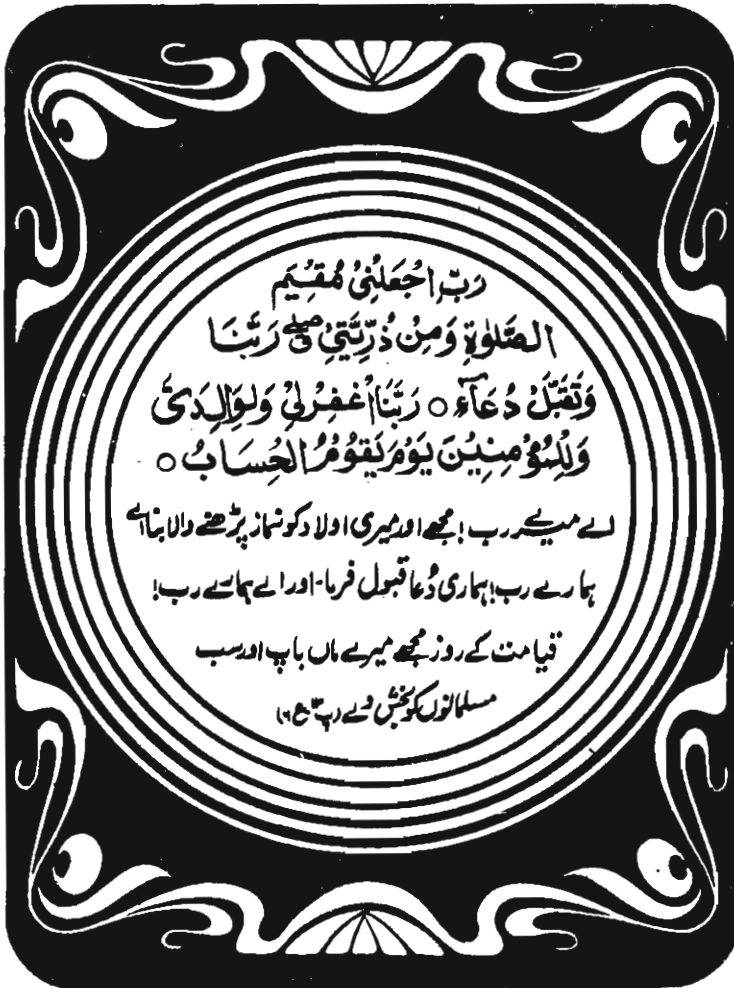
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as
He should be feared, and die not
except in a state of Islam. And
hold fast, all together, by the
Rope which God stretches out
for you, and be not divided
among yourselves.

اصلها ثابت وفرعها فی السماء
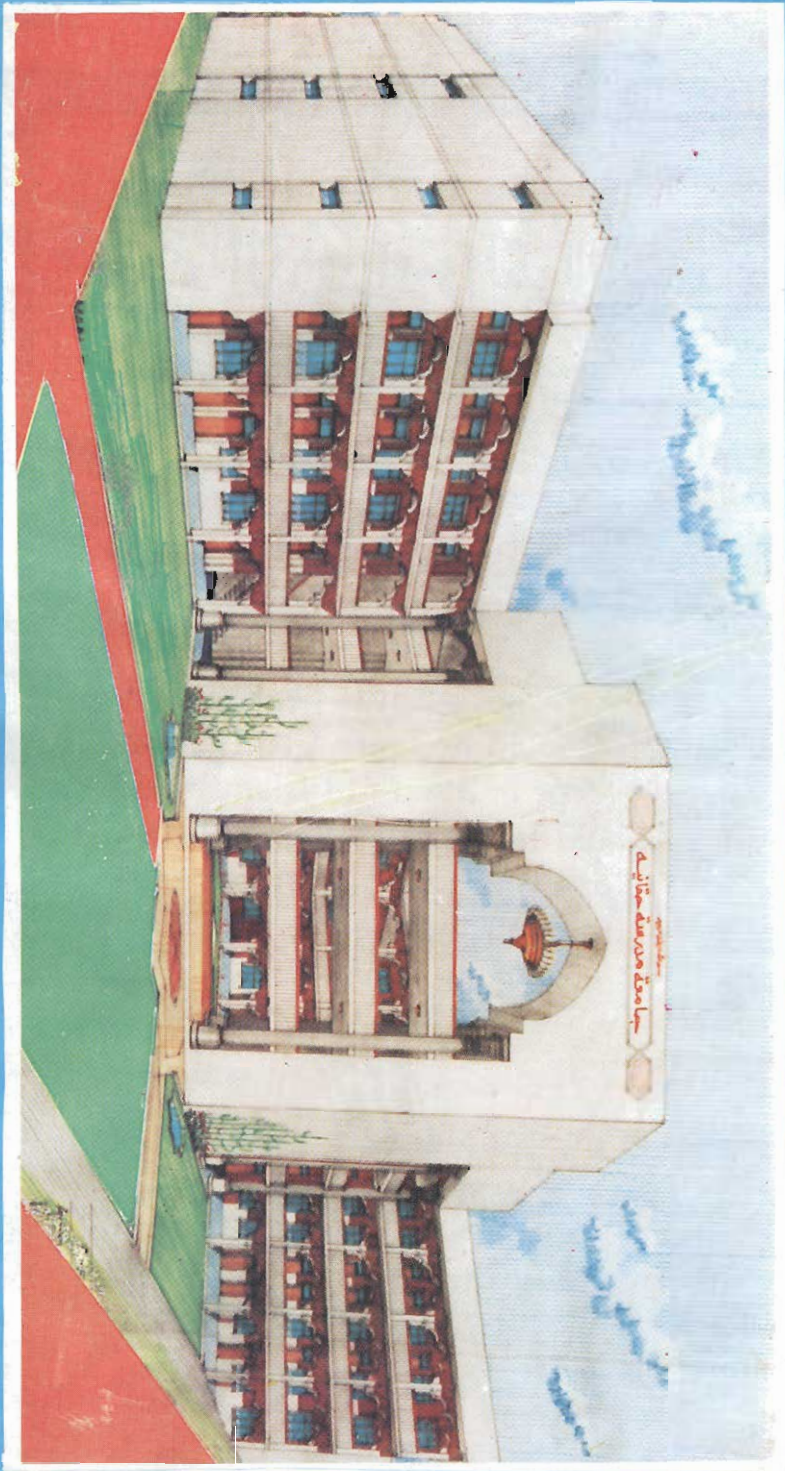
الاحاطة المدنية دار العلوم حقانية اکوڑہ خٹک

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کار مغاں   هزار بادۂ ناخوردۂ در رگ تاک است